ہفتہ وار — انصاری — دہلی

جلد (۱۶) | دہلی - یوم پنجشنبہ - مورخہ ۱۴ر جون سنہ ۱۹۴۵ء | نمبر (۲۲)

شام ولبنان اور فرانس

یورپی استعمار اور ایشیائی حب الوطنی کی کشمکش

گزشتہ چند ہفتوں سے شام اور لبنان میں مغربی استعمار کا جو کھیل کھیلا جا رہا ہے - وہ دنیا کے محکوم ممالک کی آنکھیں کھولنے کیلئے سرمۂ بصیرت کا کام کر سکتا ہے اور شام اور لبنان ایسے ممالک ہیں جنھوں نے دوسرے عرب ممالک کی طرح آزادی کی جدو جہد میں بڑی زبردست قربانیاں کیں یہاں تک کہ حجاز فلسطین، عراق اور شرق اردن کی طرح شام اور لبنان نے محض حب الوطنی اور آزادی کی خاطر سلطنت عثمانیہ سے علیحدگی قبول کر کے گزشتہ جنگ عظیم میں اتحادیوں کا ساتھ دیا - عربوں کے اخلاص اور حب الوطنی کے جذبے سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا - اور یہی ایک نقطہ تھا جسے مغربی فریب کاری نے اپنے مقصد کے لئے استعمال کیا اور کرنل لارنس جیسے روباہ صفت انسان کو اپنے اس مشن میں پوری پوری کامیابی ہوگئی جبکہ بہت سے عرب دنیا کا شیرازہ منتشر کرنے کے بعد اسے مغربی کفن چوروں میں کفن چوروں میں تقسیم کیا جا سکے - جنگ عظیم کے بعد کی تاریخ اس کی شاہد ہے کہ کس طرح شام کو باوجود ایک اسلامی مملکت بنا دینے کے دمشق کے یہی شاہ فیصل کی موجودگی میں فرانس نے دمشق اور ملحقہ علاقے پر زبردستی قبضہ کر لیا۔

اور برطانیہ صرف یہ کہ اپنے وعدوں کو پورا نہ کر سکا بلکہ ایک معمولی سی رد و قدح کے بعد سے شام و لبنان پر فرانسیسی اقتدار ایک امر مسلّمہ کے طور پر تسلیم کر لیا گیا۔

برطانیہ نے اس مسئلہ میں مداخلت کیوں [illegible] تاریخ ہے جسمیں

برطانیہ اور فرانس کے درمیان اس قسم کا خفیہ معاہدہ ہو چکا تھا کہ لیوانت کی ان ریاستوں کو فرانسیسی انقلاب اور منطقہ آثر سمجھا جائیگا اور اگرچہ انھیں جزوی اور اندرونی خود مختاری دی جائیگی - لیکن فرانس کے حقوق محفوظ رہیں گے - اور کسی مغربی طاقت کو ان پر سبقت نہ ہوگی۔

یہ ایک ایسی مثال تھی کہ ایک استعماری طاقت کو سب کچھ کر ڈالنے میں گریز نہیں ہو سکتا تھا - شام اور لبنان میں پائپ لائن اور ان کی فوجی اور رسل و رسائل کی اہمیت نے فرانس کو اس پر بھی مجبور نہ کیا کہ وہ اندرونی خود مختاری کو صحیح معنوں میں عرب عوام کے لئے گوارا کر سکے - چنانچہ پچھلے پچیس سال ایک مستقل عرب جدو جہد اور فرانسیسی تشدد اور استبداد کا افسانہ ہیں جنکی تفصیلات میں اس وقت بحث کرنا کچھ غیر ضروری ہے - سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ برطانیہ نے یہ سب کچھ خاموشی سے کیوں دیکھا تو اس کا جواب صاف صاف الفاظ میں صرف یہ ہو سکتا ہے کہ برطانی مقاصد عراق فلسطین اور دوسری عرب ریاستوں خود وہی تھے جو فرانس کے شام ولبنان میں اور شام و لبنان کی طرح فلسطین اور شرق اردن اور عراق کی تاریخ شام و لبنان کی تاریخ سے بھی کہیں زیادہ شرمناک اور سامراج کی بدترین کہانی ہے۔

موجودہ جنگ میں جب خود فرانس غلامی کی لعنت میں گرفتار تھا - اور شمالی افریقہ میں فرانس کے نام نہاد محب وطن اور محب آزادی لیڈر رہتے تھے - عرب [illegible] میں آزادی کا ہیجان پیدا ہوا - اور شام و لبنان میں [illegible] کی انتہائی جد و جہد کشمکش اور برطانی اور امریکی

مداخلت کے بعد شام ولبنان کی آزادی کو غیر مشروط طور پر تسلیم کر لیا گیا - یہ بہت زیادہ پرانی بات نہیں ہے - لیکن آج جبکہ فرانس پھر آزاد ہے اور پھر اسے اپنی عظمت اور حکومت کا تصور ستا رہا ہے دو برس پہلے کے معاہدوں نظر آتش کر دیا گیا ہے اور فرانسیسی وزیر خارجیہ نے ان عرب مملکتوں کو جو شرائط یا پیشکش بھیجی ہیں ان کا ماحصل یہ ہے کہ فرانس ان ملکوں کی آزادی تسلیم کرنے کو تیار ہے بشرطیکہ بعض اہم مسائل قبل از وقت طے ہو جائیں۔
ان میں فرانس کے حقوق کے اندر

(۱) کلچرل حقوق کا تحفظ
(۲) اقتصادی حقوق کا تحفظ
(۳) فرانسیسی پائپ لائن کا تحفظ جو موصل سے ہو کر شام سے گذرتی ہے۔
(۴) ہوائی اڈوں کے ضروری استعمال کی اجازت جو مشرق بعید اور بعض بندرگاہوں تک پہنچنے کیلئے استعمال کئے جائیں۔

اور اسی قسم کے چند حقوق شامل ہیں۔

ان حقوق کو اگر شام اور لبنان کی موجودہ حکومتیں تسلیم کر لیں تو فرانس اپنی فوجیں ہٹا لے گا اور ان کی تسلیم کرے گا - لیکن ان تمام حقوق کو اگر یکجا کر کے ان پر غور کیا جائے تو صاف نظر آنے لگا کہ ایک ہاتھ سے آزادی دیکر دوسرے ہاتھ سے اُسے چھین لینا ہے - آزادی جو ایسی شرائط کی محتاج ہو کسی طرح آزادی کہنے اور کہلانے کی مستحق نہیں ہو سکتی - یہی وجہ ہے کہ شام ولبنان نے انتہائی تیزی سے فرانس کی پیشکش کو نامنظور کر دیا ہے اور ان کی پشت پر ساری عرب اقوام کی

ہمدردی اور سارے محکوم ممالک کی اعانت کا جذبہ شامل ہے - فرانس آج ساری دنیا میں لعنت و ملامت کا ہدف ہے لیکن جہاں امپیریلسٹ مقاصد کام کر رہے ہوں وہاں لعنت و ملامت سے کام نہیں چل سکتا ایشیا اور افریقہ پچھلی ڈیڑھ صدی میں یہی تجربہ کرتے ہیں - اور آج پھر ان کی آنکھوں کے سامنے یہی سبق دہرایا جا رہا ہے - اگرچہ سان فرانسسکو کانفرنس میں عالمگیر امن کے تحفظ کی اسکیمیں بنا چکی ہیں لیکن قیام امن اور تحفظ کی کاغذی اسکیموں اور فیصلوں کا عملی جواب اگر شام ولبنان اور ہندوستان و فلسطین ہیں تو اس آزادی سے غلامی ہزار درجہ بہتر ہے جسمیں آزادی کی جدو جہد ہی غلاموں کو مستقبل کیلئے ایک امید کا پیغام دے سکے۔

اصل میں یہ سوال شام ولبنان کا ہی نہیں نہ فرانس کی اس حکمت عملی کا ہے بلکہ دنیا کے مستقبل کے متعلق فیصلہ کرنے والے اور سرمایہ داری کا بھوت دنیا کے سروں پر مسلط رکھنے والے آج پھر یہ سوچ رہے ہیں کہ کس طرح کائنات کو اپنے زیر نگیں رکھا جا سکے - عرب ریاستوں کے مسئلے پر بھی اگر نظر آرائی کی جائے تو صاف ظاہر ہوگا کہ شام ولبنان کی طرح فلسطین و عراق، شرق اردن اور مصر بھی اسی ناؤ کشتی میں سوار ہیں اگر برطانیہ یہ محسوس کرتا ہے کہ فلسطین اور عراق اس کے اثری منطقے ہیں تو فرانس کو یہ سوچنے کا حق کیوں نہیں کہ شام ولبنان پر اس کی عملداری ہونی چاہئے بلکہ ہم تو اب یہ کہنے میں بھی تامل نہیں کریں گے کہ جرمنی اور ہٹلر کی یہ منطق کس حد تک ناقابل قبول تھی کہ اسکو نو آبادیاں اور جرمنی سلطنت درکار ہے اور اگر فرانس کو شام ولبنان پر کوئی حق نہیں تو یقیناً برطانیا کو بھی عراق، فلسطین، نہر سویز، مشرق اقصےٰ و وسطےٰ اور مشرق بعید میں کوئی حق نہیں ہے - اس لئے سوال آج کا یہ نہیں ہے کہ نہ صرف فرانس کا اقتدار ان عرب ریاستوں سے ختم ہو جائے بلکہ دنیا سے تمام غیر ملکی اور سامراجی اقتدار کا خاتمہ ضروری ہے - ہندوستان بھی اپنی آزادی چاہتا ہے اور اس آزادی کے ساتھ تمام محکوموں اور مظلوموں کی آزادی کا خواہاں ہے - امن کا مسئلہ اس کے بغیر حل ہونا ممکن نہیں ہے۔

یہ مشینری بھی خوب ہے

بمبئی کی صنعتی اور اقتصادی منصوبہ بندی کی اسکیم کے مصنفوں میں سے سر اردشیر دلال گورنمنٹ آف انڈیا کے پلاننگ ممبر ہیں، آجکل ان اہل سرمایہ داران صنعت کی جماعت انگلستان اور امریکہ کا دورہ کر رہی ہوتی ہے جہاں بزنس کانفرنسیں ہو رہی ہیں۔ اور بیانات دئے جا رہے ہیں۔ اگرچہ یہ یقین دلایا گیا ہے کہ کسی قسم کا سمجھوتہ برطانی صنعت و حکومت سے کرنے نہیں گئے ہیں، لیکن دلچسپ بات یہ ہے کہ بہت سی سمجھوتی مرتب [illegible] صنعت اصلاحی صنعت کے تحفظ کے [illegible]

نظر دیکھنے میں آتی ہیں۔

سب سے عجیب بات یہ ہے کہ سر اردشیر دلال جو چند دن پہلے تک پوری پوری طرح بمبئی پلان کے مطابق کام کر رہے تھے۔ حکومت ہند کے زمرے میں داخل ہوتے ہی نفرت بدلتے بدلتے اب اس مرحلے پر پہونچ گئے ہیں کہ بمبئی پلان کی اس ابتدائی ضرورت کو بھی انہوں نے فراموش کر دیا ہے جو اسکے مصنفوں کے ذہن میں تھی یعنی قومی گورنمنٹ کا انتظام۔ بڑی دلچسپ بات یہ ہے کہ ایک ہی اشاعت میں جناب برلا کا یہ بیان شائع ہوتا ہے کہ ہندوستان کی صنعتی اور اقتصادی ترقی کے لئے پہلی منزل قومی حکومت ہے۔ اور اسی اشاعت میں سر دلال کا یہ بیان بھی نظر سے گزرتا ہے کہ ہندوستان کے سیاسی نظام میں اگر تبدیلی ہو یا نہ ہو، لیکن ملک کی اقتصادی منصوبہ بندی جاری رہے گی۔ دیکھنا ہے کہ اس سے ہوتا کیا ہے۔

بحر الکاہل میں مغربی مفادات

دنیا کو یہ شاید یاد رکھنا ہے کہ جاپان ایک بڑا ظالم اور سیاہ کار ملک ہے۔ بیشک اس اعتبار سے جاپان کی سیاہ کاری اور جاپانی فاسسٹ ازم انتہائی قابل نفرت ہے کہ اس نے بحر الکاہل کے متعدد ملک اور چین کی آزادیاں سلب کیں۔ بہر حال اس اعتبار سے ہمارے مجبور ہیں ہم [illegible] اتحادی بھی کچھ زیادہ لائق ستائش نہیں ہیں۔ اسکی مثال ہندوستان، مشرق وسطی، مشرق بعید کے [illegible] مل سکتی ہے۔ پھر جاپان نے اتحادی ملکوں کے باوجود جن پر سر حکومت دیئے کیا [illegible] ہے کہ [illegible] جاننا ہو تو مندرجہ ذیل اعداد پڑھ لیجئے۔ یہ بات بخوبی واضح ہو جاتی ہے۔ ذیل میں برطانیہ، امریکہ، جاپان، فرانس اور روس کے متعلق وہ اعداد دیئے جاتے ہیں جو ان ممالک کے سرمایہ کی شکل میں بحر الکاہل اور چین میں لگے ہوئے ہیں۔ اور جاپان کی یہ خواہش ہے کہ وہ ان مغربی ممالک کے اقتصادی اقتدار کو ختم کر کے اپنی اقتصادی اجارہ داری قائم کرے۔ اس طرح یہ جنگ جمہوریت، ڈیموکریسی اساسات اور آزادی کی بجائے حقیقی مفاد کی جنگ ہے جو جاپان کے خلاف کیا گیا۔

اعداد ملاحظہ ہوں۔

(۱) برطانیہ کا سرمایہ جو بحر الکاہل کے ممالک میں لگا ہوا ہے ۱۵ ہزار ۱۰۰ اسی لاکھ پونڈ یا ۱۷ ارب پچیس کروڑ روپیہ۔

چین اور منچوریا میں برطانوی سرمایہ۔
تجارتی — ۴۳۲۹ لاکھ ڈالر۔ قرض جو چینی حکومت پر ہے ۲۲۵۸ لاکھ ڈالر — کل ۶۱۸۹۲ لاکھ ڈالر۔ یا چار ارب پچیس کروڑ روپیہ۔

(۲) امریکہ کا سرمایہ جو بحر الکاہل اور چین وغیرہ میں لگا ہوا ہے۔
بحر الکاہل میں ۵۲۶ ہزار ۸۲۳ ہزار ڈالر
تقریباً [illegible] ارب روپیہ

چین اور منچوریا میں
تجارتی سرمایہ — ۱۵۵ لاکھ ڈالر۔ قرض ۱۲۷ لاکھ ڈالر کل ۲۹۸۲ ڈالر یا پانچ کروڑ روپیہ۔

(۳) جاپان کا بحر الکاہل اور چین میں سرمایہ
بحر الکاہل میں — ۱۵۵ لاکھ ڈالر یا ۴۶ کروڑ روپیہ
چین اور منچوریا میں — بصورت تجارت اور قرض — ۱۱ ہزار ۳۹۶ لاکھ ڈالر۔ یا چار ارب ۵۰ کروڑ روپیہ

(۴) فرانس کا سرمایہ۔
بحر الکاہل میں ۹۵۰ لاکھ ڈالر یا تقریباً ۳ کروڑ روپیہ
چین اور منچوریا میں بصورت قرض اور تجارت ۲۹۶ لاکھ ڈالر یا تقریباً ۸ کروڑ روپیہ

(۵) روس کا سرمایہ بحر الکاہل اور چین وغیرہ میں۔

بحر الکاہل میں۔
تقریباً آٹھ ہزار لاکھ ڈالر۔ یا ۲ ارب ۴۰ کروڑ روپیہ۔
چین اور منچوریا میں — ۲۳۲۳ لاکھ ڈالر یا تقریباً ایک ارب ۴۰ کروڑ روپیہ
ان اعداد کی موجودگی میں اندازہ لگائیے کہ یہ جنگ در اصل جمہوریت کی جنگ ہے یا تجارت کی۔

فرانس اور برطانیہ

شام و لبنان کے مسئلہ پر لیڈ لکھا جا چکا تھا کہ برطانوی مداخلت کی خبر موصول ہوئی ہے۔ نہیں کہا جا سکتا کہ اسکے اصلی محرکات کیا ہیں۔ خصوصاً ایسی صورت میں جبکہ اسے امریکی صدر کی حمایت بھی حاصل ہے لیکن یہ ایک عجیب قسم کی ستم ظریفی ہے کہ برطانیہ و امریکہ خود جس جرم کے مجرم ہیں فرانس کو اسی ظلم کرنے سے باز رکھنا چاہتے ہیں۔ فرض کیجئے فلسطین اور عراق میں خود برطانیہ کے خلاف ایسی ہی بغاوت اور مخالفانہ احساسات اور مسلح جنگ شروع ہو جاتی تو کیا برطانیہ کو یہ چیز گوارا ہو سکتی تھی کہ روس یا چین ان کے مسئلہ میں فوجی مداخلت کی دھمکی دیں۔ ہمیں یہ مداخلت اور برطانوی ارادوں کی نیک خواہی کے نتیجے میں موجودہ اقدامات محض جنگ زرگری نظر آتے ہیں۔ جبکہ مقصد اپنے مفاد کے سوا کچھ نہیں ہے۔ جو انسان اور قوم اپنی آنکھ کا شہتیر نہ دیکھ سکے۔ اسے کیا حق پہونچتا ہے کہ وہ دوسروں کی آنکھ کا تنکا ٹٹولے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ لیونٹ کی ریاستوں میں فرانس کا طرز عمل کسی ستائش کا مستحق ہے۔ البتہ یہ کہنے میں بھی تامل نہیں کرتے کہ جس طرح فلسطین میں برطانیہ کا رویہ بدترین گناہ ہے اسی طرح شام و لبنان میں فرانسیسی فوج کی مداخلت سیاہ ترین جرم ہے، نہ برطانیہ کو ہندوستان اور فلسطین میں اپنا تسلط اور سامراجی اقتدار قائم رکھنے کا حق ہے نہ فرانس کو الجزائر اور مراکش یا شام و لبنان میں۔

کمیونسٹوں پر غصہ

ایک اطلاع کے مطابق یو۔پی۔ گورنمنٹ نے کمیونسٹ پارٹی آف انڈیا کے ترجمان اخبارات پیپلز وار (انگریزی) قومی جنگ (اردو) اور لوک یدھ (ہندی) کا داخلہ صوبہ یو۔پی میں بند کر دیا ہے۔ یہ داخلہ ایک مضمون کی اشاعت کے سلسلہ میں کیا گیا ہے جو مسٹر جیت سنگھ گڑھوالی نے گڑھوالی پلٹن کے باب الاولی کے متعلق لکھا ہے۔ اسمیں مسٹر [illegible] کی وہ داستان بیان کی گئی ہے جبکہ اس پلٹن نے پشاور میں نہتے پٹھانوں پر گولی چلانے سے انکار کر دیا۔ یو۔پی گورنمنٹ کی اس نا روا کارروائی پر آل انڈیا سیکریٹری اور مسٹر سجاد ظہیر پیپلز وار اور قومی جنگ کے اڈیٹروں نے ایک مشترکہ بیان دیا ہے جس میں وہ لکھتے ہیں کہ

"اس مضمون میں کوئی ایسی قابل اعتراض بات نہیں لکھی گئی تھی جسکی بنا پر حکومت یو۔پی نے اس حکم کو جائز قرار دیا جا سکے۔ جیت سنگھ گڑھوالی نے اس واقعہ کو سیدھے سادے الفاظ میں بیان کیا تھا۔ اسی مضمون کو کئی اخبارات مثلاً بمبئی کرانیکل (انگریزی) اور نوتن گجرات (گجراتی) [illegible] چھاپ چکے ہیں۔ مرکزی یا بمبئی صوبائی حکومت نے اس سلسلہ میں کوئی ضروری قدم اٹھانا مناسب نہیں سمجھا۔ اس مضمون کی وجہ سے یو۔پی میں قومی جنگ پیپلز وار اور لوک یدھ کی تقسیم و اشاعت کو بند کر دینا حکومت یو۔پی کی انتہائی زیادتی ہے اور اخبارات کی آزادی پر سخت حملہ ہے۔ ہمیں امید ہے کہ آل انڈیا نیوز پیپر کانفرنس اور تمام اخبارات کے اڈیٹر حکومت یو۔پی کے اس فیصلہ کے خلاف آواز بلند کریں گے اور حکومت یو۔پی کو مجبور کریں گے کہ وہ اس غیر منصفانہ حکم کو واپس لے۔"

موجودہ نوکرشاہی کے متعلق یوں ہی ہندوستان میں کیا کم جذبات مخالفت موجود ہیں جو شہری آزادی اور آزادی تحریر کا ایک نیا نمونہ پیش کیا گیا ہے۔ اس حکم کو جتنی جلد واپس لے لیا جائے اتنا ہی مناسب ہوگا۔

گیس کا کیا ہوگا — ؟

برطانیہ کی امپیریل کیمیکل انڈسٹریز کے خلاف لارڈ میگرن نے اس امر کا انکشاف کیا ہے کہ برطانیہ نے جنگی ضروریات کے لئے کثیر مقدار میں زہریلی گیس تیار کی تھی، جسکو استعمال کرنے کا موقعہ نہیں ملا۔ اب گیس بیکار پڑی ہوئی ہے اور حکومت کے لئے بہت ہی پیچیدہ مسئلہ ہے۔ نامہ نگار کا بیان ہے کہ اس مسئلہ میں حکومت ماہرین سے مشورہ کر رہی ہے۔ اب کچھ اس قسم کی تدبیر زیر غور ہیں کہ اس گیس سے شاید یوں کہ ملک کر سکتے کے لئے وہ تیار کی جا سکتی ہے۔ لیکن ابھی تک کامیابی نہیں ہوئی۔ گیس کی تیاری پر لاکھ روپیوں اور محنت یوں کا

جتنا روپیہ بیدردی سے صرف ہوا ہوگا اسکا اندازہ کچھ دن کے بعد ہو سکے گا۔ لیکن یہ بات کم اذ کم تسلی بخش ضرور ہے کہ انسانیت کے خلاف سائنس کے اس مہیب حربے کو ابھی تک استعمال نہیں کیا جا سکا۔ کون کہہ سکتا ہے کہ اگر جنگ میں گیس استعمال کی جاتی تو اسکے نتائج کتنے ہولناک ہوتے۔

تلافی کی بھی تو ظالم نے کیا کی

بابو پرشوتم داس ٹنڈن کو خدا نے بہت دیر سے کچھ تھوڑی سی عقل اب جا کر عطا کی، اپنی اردو دشمنی کے خلاف جب احتجاج انتہائی موثر ثابت ہونے لگا تو آپ نے معذرت و باتوں کی تردید کی ہے۔ خصوصاً پونہ کے بیان کے متعلق فرمایا ہے کہ میں نے کہا تھا کہ ہم نقطہ نگاہ سے میں اپنی زبانوں میں سے کسی ایک کا استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ اور انگریزی کا استعمال نقصان دہ ہے میں یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ ہندی سے میری مراد ہندی اردو دونوں ہیں کیونکہ میں اردو کو بھی ہندی کا ہی جز قرار دیتا ہوں۔ میں نے یہ بھی کہا تھا کہ انگریزی زبان موجودہ نظم و نسق سے وابستہ ہے وہ اس ملک کی پیدا شدہ زبان نہیں۔ بلکہ یہ ہم پر ٹھونسی گئی ہے۔ میں نے فارسی کا ذکر کرتے ہوئے کہا تھا کہ یہ زبان باہر سے ہندوستان میں داخل ہوئی۔ مگر انگریزی رپورٹر نے غلطی سے فارسی کی بجائے اردو درج کر دیا جس سے یہ غلط فہمی پیدا ہوئی کہ میں نے کہا کہ اردو باہر سے ہندوستان میں داخل ہوئی میں جانتا ہوں کہ اردو ہندوستان میں پیدا ہوئی، اور اسکو فروغ دینے کے لئے ہندو اور مسلمانوں نے مشترکہ کوششیں کیں۔ حکومت کو چاہئے کہ اردو اور ہندی کو یکساں فروغ دینے کی مراعات دے۔ میری زبردست خواہش ہے کہ ہم فرقہ داری سے بالاتر ہو کر ہر دو زبانوں کو ملا کر ایک مشترکہ قومی زبان ایجاد کرنے کے قابل ہوں۔"

اردو کی مخالفت میں پہلے جو بیانات دے چکے ہیں یہ انکی مکمل تلافی معلوم ہوتی ہے۔ ہم خوش ہیں کہ ٹنڈن جی نے بروقت اپنی غلطی محسوس کی۔ اگرچہ انکا یہ کہنا اب بھی غلط ہے کہ اردو اس ہندی کا جز ہے جو در اصل سنسکرت ہے اردو بجائے خود ہندوستانی ہے اور اسکے سوا کوئی زبان ملک کی قومی زبان بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی۔

ظالم فرانس اور الجزائر کا قتل

یونائیٹیڈ پریس آف امریکہ نے امریکی فوج کے ترجمان اسٹارز اینڈ اسٹرائپس STARAND

سیاسی مضمون

جنگ اور ہندوستانی عوام

ہندوستانی دماغوں پر جنگی حالات کے ردعمل کی قلمی تصویر

(ترجمہ از ادارہ)

دنیا کے مختلف ممالک میں عوام دوسری جنگ یورپ سے جتنی گہری دلچسپی لیتے رہے ہیں ... عوام نے کسی جنگ سے شاید ہی اتنی گہری [دلچسپی لی] ہو گی۔ آئیے دیکھیں کہ ہندوستانی عوام [پر] جنگی حالات کا کیا ردعمل ہوتا رہا ہے۔ [ہندو]ستانیوں میں واقعات عالم کو سمجھنے کی [صلاحیت] پائی جاتی ہے۔ غالباً ان کی زندگی کا [...] بین الاقوامی حالات کا صحیح اندازہ [کرنے میں] بہت مدد دیتا ہے۔

جنگ یورپ نے اپنے مراحل طے کرنے شروع کئے اس وقت ہندوستانی عوام کی رائے یہ تھی کہ یہ عقل کا کھیل ہے دیکھنا چاہئے کون بازی مارتا ہے۔ مسٹر نیول چیمبرلین (مسٹر چرچل سے پہلے یہ ملک کے وزیر اعظم تھے) نے یہ خیال کیا تھا کہ انھوں نے ہٹلر سے دوستی گانٹھ کر بڑی ہوشیاری کی ہے وہ ہٹلر اور اسٹالن کو باہم دست و گریباں دیکھنا چاہتے تھے تاکہ بساط ان کے ہاتھ رہے مگر اسٹالن نے ہٹلر سے غیر جارحانہ معاہدہ کر لیا اب انھوں نے [یہ] شروع کر دیا کہ بالآخر میں ماروں گا۔ لیکن ہٹلر اسٹالن پر حملہ کر بیٹھا اور چرچل نے یہ سمجھا کہ ہٹلر اور اسٹالن ایک دوسرے کو ختم کر دیں گے آخر میں برطانیہ ہی بازی جیتے گا۔ مگر اسٹالن نے جرمنی کو پسپا کرتے کرتے برلن میں گھسا دیا۔

جب طرفین اسباب جنگ کے بارے میں اپنی دانست میں پروپیگنڈہ کر رہے تھے تو ہندوستانی عوام کا خیال یہ تھا کہ یہ سب بہلانے کی باتیں ہیں [جنگ] کا اصل سبب انسان کا لالچ ہے۔ برطانیہ کے پاس بہت مقبوضات ہیں اس لئے دوسری قومیں برطانیہ سے جلی بیٹھی ہیں۔ جرمنوں اور جاپانیوں کا نظریہ ہے کہ چونکہ انگریزوں نے بزور شمشیر سلطنت بنائی ہے اس لئے وہ بزور شمشیر ان سے یہ سلطنت چھین سکتے ہیں۔ روسیوں کا زاویہ نگاہ یہ ہے کہ سامراجی نظام کی بیخ کنی کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ اشتراکی اصولوں کو پھیلایا جائے۔ امریکن یہ منصوبہ باندھے ہوئے ہیں کہ ہم انگریزوں کو اپنی سلطنت اور مقبوضات امریکہ کے پاس گروی رکھنے پر مجبور کر دیں گے۔ اس طرح ہم سلطنت اور مقبوضات کے پاس گروی رکھنے پر مجبور کر دیں گے اس [طرح] ہم سلطنت برطانیہ میں حصہ دار بن جائیں گے

اور اس کے بعد ان کی سلطنت کو ہڑپ کر جائیں گے جب تک انسان حسد اور لالچ کی لعنت سے پاک نہ ہو جائے اس وقت تک جنگوں کا سلسلہ کس طرح روکا جا سکتا ہے۔ برطانیہ خود کو کمزور کر کے اپنی روش بدلنے سے رہا اسلئے جنگ وہ اقوام جو خود کو انگریزوں سے زیادہ ذہین ترقی یافتہ اور دلیر خیال کرتی ہیں جب دنیا کی لوٹ میں اپنا حصہ حاصل نہ کر لیں گی اس وقت تک دنیا کو لڑائی جھگڑے سے کس طرح نجات مل سکتی ہے!

ہندوستانی عوام نے اس کشمکش میں کسی کی طرفداری نہیں کی کیونکہ ان کو معلوم ہی نہیں تھا کہ طرفین میں سے کون حق پر ہے اور کون ظالم ہے سیاسیات کا انھیں کامل یقین تھا کہ اگر جاپان اور جرمنی اتنے ہی سیاہ کار ہیں جتنے وہ ظاہر کئے جا رہے ہیں تو محوری حکومتیں لازمی طور پر ناکام ہوں گی کیونکہ دنیا میں باطل کبھی کامیاب اور سر بلند نہیں ہو سکتا۔

لیکن اسی کے ساتھ ہندوستانی عوام جب یہ دیکھتے تھے کہ ہندوستان میں انگریز کے راج میں کیا حالت ہے اور برطانیہ کا سلوک ہندوستانیوں کے ساتھ کیا ہے تو وہ سوچ میں پڑ جاتے تھے کہ آیا اتحادیوں کے بارے میں ایمانداری کے ساتھ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ حق پر ہیں۔ مگر جب روس اور امریکہ جنگ میں شامل ہوئے تو اس قسم کے شکوک بے جان ہو گئے اور اب ہندوستانی عوام کے ذہنوں میں یہ خیال جگہ پکڑنے لگا کہ اتحادی اور ان کے حلیف راستی پر ہیں۔ اور ان کو موجودہ خونریز کشمکش میں ضرور فتح ہو گی۔

جنگ کے آغاز میں جرمنی نے جس زبردست فوجی قوت کا مظاہرہ کیا اس سے عام طور پر یہ خیال ہو گیا تھا کہ جرمن ناقابل تسخیر ہیں اور بعد میں جب ہٹلری لشکروں نے ناروے اور مغربی یورپ کے ممالک کو روند ڈالا تو یہ معلوم ہونے لگا کہ اب تو قدرت کا کوئی اعجاز ہی برطانیہ کو ہٹلر کی مہلک ضرب سے بچا سکتا ہے۔ اسی کے ساتھ ہندوستانی عوام کے دماغوں پر یہ اثر بھی تھا کہ جرمنی روس اٹلی اور جاپان میں یہ سمجھوتہ ہو چکا ہے کہ دنیا کو پانچ عملداریوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔ یورپ جرمنی کو ملے گا اور افریقہ کی فرانسیسی سلطنت بھی

اسی کے ہاتھ آئے گی۔ روس مشرق وسطیٰ اور ہندوستان لے گا اور باقی ایشیا پر جاپان کا قبضہ ہو جائے گا اٹلی کے حصے میں آئیں گے مصر اور افریقہ کے (دو) مفید ممالک اور امریکنوں کو امریکہ ہی میں پھلتا پھولتا چھوڑ دیا جائیگا۔ ان حالات میں جب مسٹر چرچل نے اپنی وہ مشہور تقریر کی جس میں انھوں نے کہا کہ میرے پاس انگریزوں کیلئے سوائے خون، محنت اور پسینے کے اور کچھ نہیں ہے تو یہ سمجھا گیا کہ انگریز جزائر برطانیہ کو چھوڑ کر کنیڈا جانے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ تاکہ وہ جرمنی سے طویل جنگ لڑ سکیں۔

جب ہٹلر نے برطانیہ پر حملہ نہ کیا بلکہ برطانیہ کی بجائے روس پر حملہ کر دیا تو ہندوستانی عوام کو یہ کہتے سنا گیا کہ ہٹلر نے یہ مہلک غلطی کی ہے جس سے اس کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اتحادی حکومتوں کے بڑے بڑے ماہرین فوجیات تو یہی کہتے رہے کہ جرمنی ایک ماہ میں (زیادہ سے زیادہ تین ماہ میں) روس کا تیا پانچہ کر ڈالے گا۔ مگر نہ جانے کیوں ہندوستانی عوام کا یہی عقیدہ رہا کہ روس پر فتح نہیں پائی جا سکتی۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ روس پر حملہ ہونے کے بعد پہلی مرتبہ ہندوستان کے باشندوں کو یہ محسوس ہونا شروع ہوا یہ جنگ اصولوں کی جنگ بھی ہے اور سامراج کے خلاف ان کے جذبات خواہ کچھ بھی چلیں۔ لیکن ان کی یہ خواہش تھی کہ روس کی ہار نہ ہو۔

چنانچہ جب جرمنوں کے ماسکو تک جا پہنچنے کے بعد حالات کا پانسہ پلٹا تو ہندوستانیوں کو خوشی محسوس ہوئی۔ مگر جب روسی اور جرمن ایک دوسرے کا خون بہا رہے تھے تو ہندوستانی عوام کا یہ خیال تھا کہ یہ دونوں آپس میں لڑ لڑ کر تھک جائیں گے اور اتحادی دونوں کو مار لیں گے لیکن ایسا نہ ہوا اسٹالن نے حالات کو پلٹ دیا اور جرمنوں کو روس سے اس بری طرح پسپائی کرنی پڑی جس کی تاریخ عالم میں نظیر نہیں ملتی۔

نارمنڈی میں اتحادی فوجیں اترنے کی خبر سن کر ہندوستانیوں کو تعجب بھی ہوا اور خوشی بھی محسوس ہوئی اور جب اتحادی فوجوں نے جرمنوں کے مورچے توڑے تو یہ ... کیا کہ اتحادیوں کو شکست نہیں ہو سکتی۔ [illegible]

... رک گئیں مگر روسی وارسا سے آگے بڑھ کر برلن سے ۴۵ میل ادھر تک جا پہنچے تو یہ سمجھا جانے لگا کہ جرمنی جنگ ہار چکا ہے۔ عوام کا اندازہ یہ تھا روسی برلن میں پہلے داخل ہونگے۔ یہ اندازہ درست نکلا۔

ہندوستانی عوام کی نظروں میں انگریزوں کی ساکھ اسوقت سے بڑھنی شروع ہوئی جب انھوں نے شمالی افریقہ میں جرمنوں کا صفایا کر کے سسلی میں فوجیں اتار دیں مگر ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہا جا رہا تھا کہ انگریزوں کو امریکہ کی امداد اور امریکن فوجوں کے بارے میں ہندوستانی عوام کا یہ خیال تھا کہ متعدد جنگی میدان انہی نے سر کئے ہیں اور اکثر و بیشتر حملوں میں انہی کو ہراول بنا کر آگے رکھا گیا ہے۔

یورپ میں جنگ ختم ہو جانے کے بعد اب ہندوستانی عوام میں اس امر کی شدید خواہش پائی جاتی ہے کہ مشرق میں بھی جنگ جلد ہی ختم ہو جائے۔ اس بات کا کسی کو یقین نہیں ہے کہ جاپان اتحادیوں کی متحدہ طاقت کے مقابلہ پر ٹھہر سکتا ہے اور سب ہندوستانیوں کو یہی توقع ہے کہ مشرق میں جنگی کشمکش جلد از جلد اتحادیوں کے حق میں ختم ہو گی۔

ہندوستانی عوام ان بلاؤں سے تنگ آ چکے ہیں۔ جو اقتصادی، مجلسی اور انتظامی دائروں میں ہندوستان کو نقصان پہنچا رہی ہیں اور وہ ان بلاؤں کا سر کچلنے کی خواہش رکھتے ہیں۔

ہندوستانیوں کا عام خیال یہ ہے کہ جن تصورات کی بنیاد پر جنگ لڑی گئی ہے ان کی کامیابی کا محکوم اقوام کے مستقبل پر ضرور اثر پڑے گا۔ اور یہ محسوس کیا جا رہا ہے کہ [جنگ] کی وجہ سے جو مجلسی اور اقتصادی قوتیں بروئے کار آ گئی ہیں۔ وہ سامراجی نظام کا [illegible] دیں گی اور جو لوگ یہ اعلان کر رہے ہیں کہ جو کچھ ہمارے قبضہ میں ہے اس پر ہم قبضہ برقرار رکھیں گے وہ دیکھیں گے کہ ان کے سنبھالتے سنبھالتے بھی ان کے مقبوضات ان کے ہاتھ سے نکل جائیں گے۔

ملکی جنگ و سیاست

مشرق بعید کی جنگ جیتنا اب بالکل آسان ہے

برما میں جاپانی بری طرح پٹ چکے ہیں

پچھلے ہفتہ جنگ پر ایک تبصرہ

رنگون مانڈلے ریلوے کے مغرب میں جاپانی [illegible] السیف فوجیں رہ گئی ہیں، ان کے شدید نقصان [illegible] ہے، جبکہ وہ اکیاب وڈیوڈ رنگ جو جدید فوج اور [illegible] مسلح ہندوستانی فوجوں کے درمیان بری طرح گھر گئی ہیں چونکہ برطانوی فوج شمال سے رنگون کی طرف بڑھ رہی ہے اور ہندوستانی فوجیں رنگون سے شمال کی جانب گرم رفتار ہیں۔ ایسے [illegible] میں لے علاقہ پاکٹ جن میں جاپانی فوجیں گھر گئی ہیں، پیدا ہو گیا جنہیں سے تین رنگون۔ مانڈلے ریلوے کے ساتھ واقع ہوتے ہیں، اور وہ جاپانی سپاہی جو میکٹلا سے سیام میں فرار کی کوشش کر رہے ہیں شان کی ریاستوں سے گزر کر اپنا مقصد حاصل کرنا چاہتے ہیں اگر چہ اتحادیوں کی فضائی سرگرمی اسے ناممکن بناتی جا رہی ہے ایسی دوسری پاکٹ منگو کے نواحی علاقہ میں ہے جس میں جاپانی فوج کی کوشش یہ ہے کہ ماشی کے راستے [illegible] تک پہنچ جائیں اور اس دریا کو پار کر [illegible] تھائی لینڈ یا سیام میں داخل ہو سکیں۔ ایک اور پاکٹ پیگو کے نزدیک ہے۔ یہاں کی فوجیں یہ کوشش کر رہی ہیں کہ [illegible] طرف سے ہو کر مولمین پہنچیں، اور وہاں سے ملایا ہو کر جاپانی مقبوضہ علاقہ میں پہنچ سکیں۔

جاپانی سنبھل گئے ہیں

پچھلے تین یا چار ہفتوں کی طرح جاپانی فوجیں جو باقی رہ گئی تھیں اب غیر منظم ٹکڑیوں کی شکل میں نہیں ہیں بلکہ وہ سنبھل گئی ہیں، اور انہوں نے اپنی حالت کو سنبھلنے کے بعد دوبارہ تنظیم کر لی ہے اور بڑی حد تک کہا جا سکتا ہے کہ یہ اب جنگجو واحدوں کی شکل میں ظاہر ہو رہی ہیں کیونکہ جاپانی سپاہی کا ایک سب سے بڑا خاصہ یہ ہے کہ وہ موت کی پرواہ نہیں کرتا، اور یہی وجہ ہے کہ اتحادیوں کو جرمنوں کے مقابلے میں جاپانی سپاہی سخت [illegible] اور غیر مطیع محسوس ہوتے ہیں۔

اسی بنا پر یہ گروپ پسپائی کے عالم میں شدید جنگ کر رہے ہیں، اگر چہ نتیجہ کے طور پر ان کی یہ جنگ لاحاصل ہے مگر جاپانی تدبر جنگ کا ایک خاصہ یہ بھی ہے کہ زندہ گرفتاری کے مقابلہ میں مرجانا ہی بہتر ہے اسوقت ان [illegible] والی جاپانی فوجوں کی راہ میں [illegible] تھیں حاصل ہیں اسکا اندازہ اس سے کیا جا سکتا ہے کہ ان کو سالوین شیٹنگ اور پیگو یوما کو پار کرنا ہے جو خطرناک دریا اور پہاڑی سلسلے ہیں، انکے پاس رسد نہیں ہے جاپانی فضائیہ طاقت کو اتحادی فضائی طاقت نے برباد کر دیا ہے اور فضائی ذرائع سے انہیں رسد و کمک نہیں پہونچ سکتی اور خشکی اور فضا سے ہندوستانی اور بیرونی فوجیں ان کا گھیرا [illegible] ڈال رہی ہیں۔

ظاہر ہے کہ ان صورتوں میں نتائج کیا ہونگے اور کسکے حق میں ظاہر ہونگے۔

جاپانی شکست یقینی ہے

جاپانی خواہ کتنی ہی شدید مقاومت کرے لیکن حالات کا تقاضہ یہی معلوم ہوتا ہے کہ انکی شکست کے آثار ظاہر ہیں اتحادی فوجوں کی برما میں حیرت انگیز فتح کی رفتار یہ ظاہر کرتی ہے کہ اب یہ مقاومت تا دیر باقی نہ رہے گی۔

برما کے مغربی ساحل سے جاپانی فوجوں کی پسپائی اور تمام مغربی شہروں پر اتحادیوں کا قبضہ یہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ خلیج بنگال میں جاپانی اتحادیوں کا مقابلہ کرنے کی سکت باقی نہیں رکھتے۔ اور ان سمندروں میں اتحادی بحری بیڑہ شرکت غیر سے حرکت میں ہے۔ چنانچہ اسکی تصدیق نسیین کی تسخیر کے واقعہ سے بھی ہوتی ہے۔ جہاں مغربی افریقہ کی فوجوں نے [illegible] وقت یہ دیکھا کہ جاپانی تخلیہ کر کے بہت پہلے جا چکے ہیں [illegible] مینا سے ملاکا کے گرد و نواح میں ایک چھوٹی موٹی بحری جنگ نے یہ بھی ثابت کر دیا ہے کہ جاپانی طاقت کمزور ہے اور ممکن ہے کہ چند [illegible] کے اندر ملایا، جاوا، بورنیو اور تمام انڈونیشیا کے جزیرے آزاد ہو جائیں،

مختصر الفاظ میں یہ کہا جا سکتا ہے کہ جاپان نے سرحد ہندوستان سے لے کر ملایا تک اور ملایا سے نیو گنی اور شمالی آسٹریلیا تک جو ۲۵ سو میل کا ایک محاذ جنگی علاقہ بنا لیا تھا، دور حاضر امریکی اور آسٹریلوی بحریہ کی مجموعی اور متحدہ طاقت سے شکست کر دیا ہے [illegible]

کہ اندر اندر جاپان کی [illegible] کے رستے بحری قوت میں مزید کمی کے بعد [illegible] ہو جائیگی۔ عملی حیثیت [illegible] تک کی ترقی و رفتار کی رفتار [illegible] کن نہیں بھی ہو سکتی،

[illegible] اور رنگون کی فضائی سروس بحال ہو گئی ہے اور کچھ دنوں میں برما کے چاول کے ذخیرے بھوکے بنگال کے لئے بنگال اور ہندوستان میں لائے جا سکیں گے اسی طرح برما، رنگون اور برما کا تیل بہ مقدار کثیر نہ صرف جنگی مقاصد کے لئے استعمال ہو سکے گا بلکہ ہندوستان کی شہری ضروریات کے لئے بھی اسے صرف کیا جا سکے گا

دوسرے محاذوں پر

بحر الکاہل کے دوسرے محاذوں پر بھی جنگ کی رفتار پوری شدت اور فوقیت سے جاری ہے [illegible] میں امریکی جاپانی فوجوں کی بے پناہ دلیری کا مقابلہ کر رہی ہیں۔ اور سمندر اور ہوا میں ہر جگہ یہ مقابلہ کافی دشواریوں کا باعث ہو رہا ہے جاپان کے وہ طیارچی جنہیں خودکشی کرنے والے فضائی دستے سے تعبیر کیا جا سکتا ہے امریکی جہازرانی کو خوفزدہ کر رہے ہیں۔ وہ متعدد جہازوں کو نقصان پہنچانے اور فضائی اڈوں کو خراب کرنے میں کامیاب بھی ہو چکے ہیں

امریکی نقصانات بڑھتے جا رہے ہیں، اگرچہ امریکی ذرائع سے یہ بتایا جا رہا ہے کہ یہ کامیابی دشمن کو بھاری قیمت ادا کرنے کے بعد ہو سکی ہے جاپان کے سینکڑوں فضائی طیارے اور سینکڑوں ہوا باز اپنی جانیں گنوا چکے ہیں اور [illegible]

اتحادیوں کا [illegible] ہیں [illegible] [illegible] کی ترک کر دیئے [illegible] [illegible] سے قدم جمانے کا موقعہ ملیگا۔ تو وہ فارموسا، چین کی خاص سرزمین اور [illegible] جاپان شدید خطرے میں پڑ جائیگا کیونکہ اوکیناوا سے جاپانی جزائر کا فاصلہ اتنا کم ہے کہ فقط ایک جہاز بڑی آسانی سے متعدد بار [illegible] جاپان پر بمباری کر کے واپس آ سکتا ہے

ٹوکیو پر بمباری کا احساس

جاپان نے ٹوکیو پر بمباری کا احساس بڑی حد تک کیا ہے۔ کیونکہ گزشتہ دو ہفتوں میں یہ حملے ناگویا، اوساکا، کوبے اور دوسری صنعتی مقامات پر بھی بے پناہی کے ساتھ شروع ہو گئے ہیں بہرحال یہ قیاس کرنا غلطی ہوگی۔ کہ جنہیں مکمل تباہیوں کے [illegible] مسکن [illegible] کر سکیں گے کہ خاص جاپان [illegible] بہا اثر پڑے ہیں۔ اسکے لئے تباہیوں کو [illegible] اور [illegible] کی سبقت اس علاقہ میں بھی حاصل ہوگی۔ جسے بحیرہ جاپان کا علاقہ کہا جاتا ہے

جاپان کی کمزوری کا ایک ثبوت اس سے پایا جاتا ہے کہ اب چین پر بھی جاپانی فوجوں کو نمایاں کامیابی نہیں ہو رہی ہے، بلکہ مشرقی چین کے مشہور بندرگاہ فوچاؤ پر قبضہ کرنے کے بعد چین کی قومی افواج نے کوانگسی کے صوبہ کا دار الحکومت [illegible] بھی آزاد کرا لیا ہے۔ اور اب جاپانیوں کا ہند چینی کی سمت میں تیز رفتاری سے تعاقب کر رہی ہیں

چیانگ کائی شیک کے چینی [illegible] بیان میں بتایا ہے کہ بہت جلد ممکن ہے چینی پیشقدمی کے اس عالم کو دیکھتے ہوئے جاپانی پورے چین کو خالی کر دیں گے

غرض یہ ہے کہ جنوب مشرقی، مغرب ہر جگہ چینی فوجیں بھی تیز رفتار پیشقدمی کر رہی ہیں، اور اسبات کا گمان ہے کہ جاپان سے باوجود انتہائی سخت جان کے بھی یہ جنگ نہیں سنبھل رہی ہے۔

سب بولیوں سے اچھی اُردو زباں ہماری
سرمایۂ تمنا ارمانِ جانْ ہماری

یہ نازِ دلربائی ، یہ شانِ دلستانی
سرچشمۂ ادا ہے یہ جانِ جاں ہماری

ہر ایک علم و فن کا اس سے نشاں ملا ہے
اُمید گاہِ عالم ، عالی نشاں ہماری

اُردو کی پرورش کی خونِ جگر سے ہم نے
ہے یادگارِ دنیا یہ داستاں ہماری

اِس کی ترقیوں کی دھن ہے ہمیشہ ہم کو
یہ رُوحِ آرزو ہے رُوحِ رواں ہماری

گفتارِ پُر معانی موتی بھرے خزانے
ہے بےنظیر دیکھو اُردو زباں ہماری

احساساتِ بیدھڑک

حضرت بیدھڑک اندوری کے قلم سے

حضرت بیدھڑک کی ایک اور مختصر کی نظم ملاحظہ ہو ۔۔۔ (صف شکن)

یہ صرف ضد نہیں ہے بڑے گُر کی بات ہے
وہ کہہ رہے ہیں دن ہے! میں کہتا ہوں رات ہے

خلوت میں وہ ہیں ، میں ہوں ، غیاث اللغات ہے
اک منشی فاضل اپنی شریکِ حیات ہے

اس درجہ ناتواں ہوں ، مگر پھر بھی تم کو میں ،
اک دھپ جو مار دوں تو سمجھ لو وفات ہے

جس سمت اُٹھ گئی اُدھر اُلّو بُلا دیا
کیا چیز آپ کی نگہِ التفات ہے

آفس تو ہر جگہ ہے مگر ہاف کم پلیٹ
یعنی وہاں ہر ایک قلم بے دوات ہے

ٹیلی وژن کی قدر ہو کیا خاک شیخ کو ،
قبضے میں اُن کے خود عملِ حاضرات ہے

ذی الحجہ میں جان دو نہ حسینوں پہ بیدھڑک
موزوں کچھ اس کے واسطے بارہ وفات ہے

سے بھاگ"؟
منّا سمجھنے لگا۔
"جانتے ہو؟ آج صبح بابو جی کیا کہہ رہے تھے؟"
—— اور وہ باپ کی طرح بولنے لگا ——
"تمہیں معلوم ہے آجکل لڑکی کے لئے
مناسب بر ڈھونڈ نا کتنا دشوار ہے
اچھا لڑکا بڑی مشکل سے ملتا ہے۔
ان لوگوں سے ہمارا ربط ضبط ہے
تو سانی سے سب طے ہو جائے گا لیکن
کسی اور کا رشتہ آ رہے ہیں۔ ایسا نہ ہو
کہیں لڑکا ہاتھ سے نکل جائے ——"
کرن تیوری چڑھائے خاموش بیٹھی سنتی رہی۔
منّا بولا۔
"ماں نے کیا کہا معلوم ہے؟" —— وہ ماں کی
طرح بولنے لگا۔
"ٹھیک ہے۔ لڑکا واقعی اچھا ہے اور لوگ
بھی کھاتے پیتے ہیں اور کیا چاہیئے"۔
کرن نے کتاب زور سے میز پر دے ماری اور
اٹھ کر کمرے میں ٹہلنے لگی۔ منّا سہم گیا اور چپکے سے
کمرے سے کھسک گیا۔
اس دن کے واقعات کا تصور کرتے ہوئے
کرن نے خود سے کہا۔
"تم کو رشی سے اس قدر نفرت تھی اور آج تم
انہی کو خط لکھ کر بلا رہی ہو۔ وہ آ جائیں گے، تم ان
سے کہہ چکی ہو کہ میں تم سے شادی نہیں کر سکتی۔ یاد ہے"
کچھ اور واقعات اسے یاد آنے لگے۔
پتاجی کی بدلی ہو گئی۔ شادی کی بات آگے
نہ بڑھ سکی۔ لڑکوں اور لڑکیوں کی تعلیم کے خیال سے
گھر بار کے سب لوگ یہیں رہ گئے۔ پتاجی اکیلے کام
پر چلے گئے۔ ان کی جگہ جو دوسرے افسر آئے وہ بھی
اسی محلے میں ایک مکان کرائے پر لے کر رہنے لگے۔
اس روز کالج کی چھٹی کے بعد وہ گیٹ پر کسی
کا انتظار کر رہی تھی۔ پتاجی موٹر اپنے ساتھ لے گئے
تھے۔ اس لئے اب کرن کو روز پیدل ہی کالج آنا جانا
پڑتا تھا۔ منّے کے پاس سائیکل تھی۔
ایک موٹر کرن کے قریب آ کر رکی اور اس
میں سے ایک اسمارٹ نوجوان اترا۔ کرن کے
قریب آ کر اس نے کہا۔
"معاف کیجئے گا۔ کیا آپ ہی مس سنہا ہیں؟"
"جی ہاں" کرن نے آہستہ سے کہا۔
"شاید آپ مجھے نہ پہچان سکی ہوں گی۔ میرے پتا
مسٹر ورما آپ کے پتا کی جگہ پر آئے ہیں۔ اور آپ کے
مکان کے قریب ہی ہمارا مکان ہے۔ آپ میری
کار پر گھر چل سکتی ہیں"؟
"آپ کیوں تکلیف کرتے ہیں۔ میں رکشا ہی
میں چلی جاؤں گی"۔
"اس میں تکلیف کی کیا بات ہے۔ آئیے"
نوجوان نے کار کا دروازہ کھول دیا۔
کرن اوّل تو ذرا ہچکچائی مگر پھر موٹر میں داخل
ہو گئی۔
"آپ کس ایئر میں ہیں مس سنہا۔؟"
"فرسٹ ایئر میں" کرن بولی۔ "اور آپ؟"
"تھرڈ ایئر میں"
"کیا ٹکٹ لیا ہے؟"
"زوالوجی"
راستہ میں کرن نے دیکھا۔ رشی پیدل جا رہا
ہے۔ اس نے اپنے دل میں نفرت کے ساتھ سوچا
کیسا کنجوس ہے یہ۔ رکشا کے لئے بھی اس کے پاس
پیسے نہیں تھے"
گھر پہنچنے کے بعد کرن نے صوفہ پر بیٹھ کر
اطمینان و راحت کا ایک سانس لیا اور خود سے
کہا۔
"کاش رشی ایسا ہوتا"
اس کے بعد روزانہ اجیت ورما کرن کو اپنی
موٹر میں لانے لگا۔
ایک روز شام کو کالج میں ایک پارٹی تھی۔ اجیت
نے کرن سے کہا۔
"مس سنہا آج آپ پارٹی میں آئیں گی؟"
"آپ آئیں گے کیا؟"
"ارادہ تو ہے"
"تو میں بھی آؤں گی"
"میں کار لے کر آ جاؤں گا"
شام کو مقررہ وقت سے پہلے تیار ہو کر کرن
اجیت کی آمد کا انتظار کرنے لگی۔ منّا نے آ کر کہا۔
"اجیت بابو آ گئے ہیں"
"اچھا" کہہ کر۔ کرن جلدی سے اٹھ کھڑی
ہوئی۔
اسے باہر جاتے دیکھ کر ماں نے پوچھا۔
"کون ہے کرن؟"
"اجیت بابو ہیں۔ آج کالج میں ایک پارٹی
ہے"۔
"کون اجیت؟"
"بابو جی کی جگہ پر جو صاحب آئے ہیں ان کے
لڑکے ہیں۔ قریب ہی رہتے ہیں"۔
"منّے کہاں چلا گیا"
"خبر نہیں"۔
"کل پوچھوں گی کہ تجھے اس طرح چھوڑ کر کہیں
چلا جایا کرتا ہے"
راستہ میں اجیت نے کہا۔
"مس سنہا، پارٹی تو پوسپون ہو گئی ہے۔
چلئے کسی اور طرف چلیں"
کرن انکار نہ کر سکی۔ ایک خاموش مقام پر
اجیت موٹر سے اتر گیا اور دونوں سبز سبز گھاس
پر بیٹھ گئے۔
"آج تم بہت سندر معلوم ہو رہی ہو۔"
کرن نے شرما کر آنکھیں نیچے کر لیں۔ پھر بولی۔
"کیا سچ مچ آپ کو اچھی لگ رہی ہوں"؟
"ہاں"
"میں اسے کس طرح مانوں۔ انسان جس چیز کو
پسند کرتا ہے اسے وہ سدا اپنے پاس رکھنا چاہتا
ہے"۔
"بے شک۔ میں تمہیں اپنے من کی رانی بنا کر
رکھنا چاہتا ہوں"۔
"مگر آپ کو معلوم ہے کہ میری شادی دوسری
جگہ ہو رہی ہے"۔
"اُف! اگر ایسا ہوا تو میں مر جاؤں گا کرن۔
نہیں میں ایسا نہ ہونے دوں گا۔" اجیت نے کہا۔
جب کرن واپس آئی تو پتاجی کی آواز سنائی
دی۔
"کہاں گئی تھی کرن؟"
اوہ! پتاجی کب آ گئے۔ بولی
"کالج گئی تھی"
"پارٹی تو ختم ہوئے دیر ہو گئی۔ منّے کبھی کا
واپس آ گیا"
"راستے میں ایک چیز خریدنے لگی تھی"
کچھ دیر بعد منّا نے آ کر بتایا کہ پتاجی تمہاری
شادی ٹھیک کرنے کے لئے چھٹی لے کر آئے ہیں۔
کرن دل میں غصہ سے بل کھا کر رہ گئی۔
رات بھر کرن کو نیند نہ آئی۔ جیسے اس کا بنا
بنایا کھیل بگڑ رہا ہے۔ وہ سوچتی رہی۔
"رشی سے میری شادی ہو گی۔ اسی رشی
سے جس سے مجھے دلی نفرت ہے۔ یہ میری،
شادی نہیں ہو گی بلکہ میرا قتل ہو گا۔ میں ایسا نہیں
ہونے دوں گی"
صبح ہوتے ہی وہ اس دیوار پر جو کہ حائل
تھی اور رشی کی چھت کے درمیان تھی۔ رشی چھت
کے سایہ میں ورزش کر رہا تھا۔ کرن نے آہستہ سے
کہا۔ ذرا سنئے۔
رشی نے چونک کر دیکھا۔
"آپ سے کچھ کہنا ہے"؟
"فرمائیے"
"آپ کو معلوم ہے کہ پتاجی آپ کے ساتھ
میری شادی کر رہے ہیں؟"
"ہاں، معلوم ہے"
"مگر مجھے یہ شادی ناپسند ہے"
"مجھے یہ بات معلوم نہیں تھی۔ جائیے اب یہ
شادی نہیں ہو گی"
کرن جیسے چونک پڑی۔ وہ واپس آئی تو یہ
سوچ رہی تھی کہ رشی کتنا اچھا اور سیدھا ہے"
کچھ دیر بعد —— ماں نے کمرے میں داخل
ہوتے ہوئے کہا۔
"اگر تجھ کو یہ رشتہ پسند نہیں ہے تو جہاں
تیرا خیال ہو وہاں کا پتہ دے"
کرن نے کہا۔
"میں انہیں خط لکھ کر خود شام کو اسی جگہ بلا
دوں گی"
پھر اس نے اجیت کے نام ایک خط لکھا۔
مگر اجیت نے جواب میں جو پرچہ بھیجا اسے پڑھ کر
کرن کے پیروں تلے کی زمین نکل گئی۔ اس میں لکھا
تھا کہ۔
"مجھے یہ معلوم نہ تھا کہ تم اتنی جلد بازی
سے کام لو گی۔ مجھے اپنے ماتا پتا کو ہموار
کرنے کے لئے وقت درکار ہے ان
کی مرضی کے بغیر میں کچھ نہیں کر سکتا۔
مجھے افسوس ہے۔ میں آج شام کی
گاڑی سے رانچی جا رہا ہوں"
(تمہارا اجیت)
کرن اس پرچہ کو پڑھ کر آگ بگولہ ہو گئی۔
"کمین بزدل۔ دھوکہ باز"
اس نے فوراً رشی کے نام اس مضمون
کا ایک خط لکھا۔
"پیارے رشی! میں نے بہت سوچ بچار
کے بعد فیصلہ کیا ہے کہ تمہارے بغیر
میں کبھی نہیں رہ سکتی۔
آج شام کو پتاجی تمہارا انتظار
کریں گے۔ میں نے اب شادی کے
بارے میں اپنا فیصلہ بدل دیا ہے۔
جو کچھ میں کہہ چکی ہوں اسے معاف کر کے
ضرور آ جانا"
وہ خود سے بار بار سوال کر رہی تھی: کیا وہ
آ جائیں گے؟
کرن نے کھڑکی میں سے دیکھا۔ رشی مسکراتے
ہوئے چلے آ رہے ہیں۔ کرن نے کھڑکی میں سے
ہاتھ بڑھا کر ان پر پھول برسا دئے۔ رشی نے
گردن اٹھا کر اوپر کی طرف دیکھا اور نظر ملتے ہی
نیچے کو گردن کر لی۔ کرن کو ایسا معلوم ہوا گویا اس کے
دل میں ٹھنڈک سی پڑ گئی۔ اور کوئی رنگین تمنا اسے
رس کی دنیا میں اڑا لے چلی

ایک شعر

جب ہر کوئی مجھ سے پوچھتا ہے میرے رونے کا
الٰہی ساری دنیا کو میں کیسے راز بیاں کروں

شاہد

محلہ والوں کی اولاد
اور ان کے کھیلتے ہوئے بچوں کو دیکھ دیکھ کر دل ہی دل میں جلنا اچھا نہیں۔ اب تو ہر شخص کے ہاں اولاد ہو سکتی ہے یعنی اگر کسی عورت کو بچہ پیدا نہ ہوتا ہو اور وہ اولاد پیدا کرنی چاہے۔ تو اب یہ بہت آسان بات ہے۔!
سائنس کی منہ بولتی ایجاد دوا محافظ اولاد نے سینکڑوں جگہ ثابت کر دکھایا ہے کہ یہ دوا قیام حمل کیلئے کس قدر کامیاب ہے مسلسل سات رات تک یہ دوا عورت کو کھلاؤ۔ ان سات رات میں سب پرہیز ضروری ہیں۔ اس عرصہ میں کے اندرونی جسم میں وہ خاص کیفیت پیدا ہو جاتی ہے کہ آٹھویں رات...... اُسے اُمید ہو جائے گی۔ دوا محافظ اولاد اپنے اس مقصد میں باقاعدہ طور پر کامیاب ہو رہی ہے ایک عورت کیلئے ایک شیشی کافی ہے۔ اسکی قیمت دو روپے آٹھ آنہ ہے۔ (عہ)
جن عورتوں کو اولاد نہ ہوتی ہو!
انھیں چاہیئے کہ پتہ ذیل پر ایک خط لکھ کر دوا "محافظ اولا" کی ایک شیشی بذریعہ وی پی پارسل منگالیں۔ پارسل پر صرف ۹ر آنے محصول خرچ ہوگا۔ اور گھر بیٹھے دوا کا پارسل آجائے گا
لیڈی ڈاکٹر زنانہ دواخانہ اے، آر، بی، ۳۴ دہلی
قیمت
دو روپے آٹھ آنے
محصولڈاک ۹ر علیحدہ
محافظ
اولاد
جو لوگ خود دفتر میں آکر دوا خریدنا چاہیں وہ صبح ۱۰ بجے سے شام کو ۳ بجے تک دہلی دروازہ کے پاس کمرہ بنگش کے سامنے کوچہ چیلان کی پہلی نئی بلڈنگ (زنانہ بیدا) میں آئیں جہاں زنانہ دواخانہ کا دفتر ہے۔ ٹیلی فون نمبر ۶۲۶۸:-
دہلی کے بازار چاندنی چوک اور فتحپوری کے بھی سب انگریزی دوافروشوں سے بھی مل سکتی ہے
دہلی میڈیکل اسٹور نزد فتحپوری
شمس العارفین کیمسٹ بازار فتحپوری
میڈیکل بیورو، نزد فوارہ
دکٹوریہ میڈیکل ہال نزد فتحپوری
ایم بی شاہ اینڈ کو نزد فتحپوری
کامیاب دواخانہ متصل سینما اجمیری گیٹ
ریڈی کوراکیمسٹ، نزد فتحپوری
ہیلتھ اینڈ کو بازار فتحپوری
کے ڈی، جگدیش اینڈ کو نزد فوارہ
چترنج برادرز، نزد فوارہ
دیکشت برادرز نزد فتحپوری
جیم سے پی اکتھوریا پہاڑ گنج ۶ ٹونٹی

افسانہ:

"پھانسی!"

جناب حافظ محمد مصلح الدین کلیم ...

"ابھی تک ... کا پتہ نہیں لگا؟"
"نہیں حضور، کوشش کر رہا ہوں"۔
"کچھ نہیں داروغہ جی صاحب آپ بڑے لاپرواہ ہیں"۔
"حضور آپ کو یقین دلاتا ہوں۔ چار ماہ سے تو میں انتہائی کوشش سے ... قاتل کا پتہ لگا رہا ہوں۔ اور جانچ کر رہا ہوں"۔
"میری سمجھ میں نہیں آتا کسی جانچ کر رہے ہو"۔ کپتان صاحب نے جھلا کر کہا۔
"جانتے ہو یہ ایسا ویسا قتل نہیں ہے۔ اب تو فوراً ہی قاتل کا پتہ لگانا ہی ہوگا۔ چاہے جو کچھ ہو قاتل کو تلاش کرنا ہوگا"۔
مسی جے کرشن کارندہ کھیڑے سے لگان وصول کر کے پانچ ہزار روپیہ لیکر پانچ میل کے فاصلہ پر دھیت پور نامی گاؤں واپس جا رہا تھا۔ یہ راستہ تقریباً ایک میل تک جنگل نہایت ہی خراب اور اونچا نیچا تھا۔ لیکن اس کے باوجود اب تک اس مقام پر کبھی کوئی حادثہ رونما نہیں ہوا تھا۔ لیکن نہ جانے اُس دن کس نے اس کارندہ کو بلموں سے چھید کر مار ڈالا۔ اور سارا روپیہ لوٹ کر چمپت ہو گیا۔
داروغہ سردار سنگھ آج آٹھ دن سے قاتل کا پتہ لگا رہے ہیں لیکن پتہ نہیں چلتا۔ اُدھر کپتان صاحب ان کا ناک میں دم کیئے ہوئے ہیں کہ قاتل کا پتہ جلد سے جلد لگایا جاوے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ داروغہ صاحب نے رشوت لے کر قاتل کو چھوڑ دیا ہے۔ نہ جانے یہ بات کس نے اُن کے کانوں میں بھر دی۔
"داروغہ صاحب! آپ کو معلوم ہونا چاہیئے میں کئی سال سے اس تھانہ میں کام کر چکا ہوں، مجھے منشی جی بھی طرح معلوم ہے کہ پولیس میں سچائی نہیں چل سکتی۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ سب کام ٹھیک ٹھاک ہو جائے تو پولیس والے ہتھکنڈے برتنے شروع کر دیجئے۔ کیونکہ اس کے بغیر آپ بہتر داروغہ کہلانے کے مستحق نہیں ہو سکتے لیکن ہے قاتل کا پتہ نہ چلنے پر آپ برخاست بھی کر دیئے جائیں۔ میری عمر یوں ہی نہیں گذری۔ زمانے کی نرم گرم سب سہا ہے مجھے بہت سے ہتھکنڈے اور تم سے زیادہ تجربہ رکھتا ہوں"۔ منشی قادر علی کپتان نے ذرا اکھانسی کر گردن نیچی کرتے ہوئے کہا۔

"وہ کون سے ہتھکنڈے ہیں بتلایئے" ... منشی جی میں نے تو پہلے ہی عرض کیا جیسے آپ فرمائیں گے کرنے کو تیار ہوں"۔
"داروغہ جی صاحب یہ لوہے کے چنے ہیں لوہے کے۔ اس کے لیئے تجربے سے ہی زیادہ محنت کلیجے کی ضرورت ہے۔ نیک اور بدی جنجر کو دل سے نکال دینا پڑے گا"۔ منشی جی نے اپنے چشمے کو آنکھوں سے اُتارتے ہوئے اور ہاتھ کی انگلی سے اپنی آنکھ کی کور کو صاف کرتے ہوئے کہا۔

ساری رات حلقے کے دو تین سپاہی مع منشی جی اور داروغہ صاحب اس واردات پر بحث و تمحیص کرتے رہے۔ کہ کس طرح قاتل کو گرفتار کیا جائے اور بالفرض اگر اصلی قاتل کا پتہ نہ بھی چلے تو اس کی شکل کیا ہو جو کہ کسی کو پکڑ کر دیا جا جس کے لیئے ثبوت ... اچھا ہونا چاہیئے۔ یہاں تو ملازمت کا سوال ہے نا"۔
ندی کے کنارے تقریباً نصف میل کے فاصلے پر ایک گاؤں سنگل کھیڑہ ہے جہاں پست اقوام کے لوگ مثلاً کھٹک، کوریاں اور پاسی وغیرہ بستے ہیں۔ رات کو شری رود تیدح کے بعد یہ طے پایا کہ سرجوا نامی پاسی کے سر یہ پاپ تھوپا جاوے۔ غریب آدمی ہے۔ وہ کیا صفائی ثبوت پیش کریگا۔
واقعہ کی حقیقت اس طرح تھی کہ یہ قتل حلقہ کے ایک سپاہی محمد احمد کی صلاح سے ہوا تھا اسی سنگل کھیڑے کے پاس کے ایک دوسرے گاؤں کے رہنے والے ٹھاکر کرپا سنگھ نے قتل کیا تھا۔ آدھی رقم تو محمد احمد کانسٹبل کی ہو جاتی ہوگی اور نصف رقم ٹھاکر کرپا سنگھ کے حصے میں آئی۔ بیچارے داروغہ کو ان واقعات کی کانوں کان بھی خبر نہ تھی۔
صبح ہوتے ہی منشی جی لکھنؤ گئے اور اپنے رشتہ دار سے ایک خط سنگل کھیڑے کے رہنے والے محمد اسمٰعیل کے نام لکھوایا۔ اس میں دھمکی ڈالی گئی وہ اس حادثہ قتل سے تین دن پہلے کی تھی۔
منشی جی کے کسی رشتہ دار کی جان پہچان ڈاک خانہ کے ایک کلرک سے تھی جن سے کہہ سنکر انھوں نے حسب منشاء مہر چھپوالی۔ سنگل کھیڑے کے پوسٹ ماسٹر کو پانسو روپیہ رشوت دیکر سنگل کھیڑے

کی مہر لگوائی گئی۔ سنگل کھیڑے کا ڈاک خانہ سو جان کھیڑے کا ہی تھا۔ یہ کام منشی جی نے تین دن میں کر ڈالا۔ اور جتنے معتمد سرجوا پاسی کے گھر تلاشی کے لیئے آدھمکے۔
سرجوا نے اپنے گھر کی تلاشی دینے سے انکار کو منع نہیں کیا۔ اُسے فکر بھی کس بات کی تھی۔ وہ تو بس یہ جانتا تھا کہ "کرنہیں تو ڈر کس بات کا"۔
تلاشی ہوئی تو وہی پوسٹ کارڈ برآمد کیا گیا۔ سرجوا یہ دیکھ کر دنگ رہ گیا۔ اس کے علاوہ خون کے دھبوں سے سنا ہوا ایک ... رومال بھی نکلا جس کو مقتول کارندہ کا بتایا گیا۔
غریب سرجوا کے ہاتھوں میں ہتھکڑی پڑ گئی۔ کمر کے چاروں طرف ایک رسّہ باندھ کر کشاں کشاں تھانہ کی طرف ہانک دیا گیا۔ راستہ میں اس سے متعدد سوالات کیئے جاتے رہے۔
"ہاں بھئی سرجوا کارندہ کو تو ... کر دیا نا کیسے مارا۔ روپیہ تو خوب ہتھے چڑھا۔ ... مزا آجائیگا"۔ وغیرہ وغیرہ"۔
ناواقف سرجوا کیا جواب دے کہ کس نے مارا۔ کیوں مارا کس کو روپیہ ملا۔ وہ دل ہی دل میں حیران تھا۔
بالآخر تھانہ پہونچ کر سب سے پہلے کان پکڑوا کر مرغا بنایا گیا۔ اس کے بعد ... کھوپڑی پر جوتوں کی بازی کی گئی۔
سرجوا کے گھر میں اس کی ایک بوڑھی ماں جس کی عمر ستر اسّی سال کے لگ بھگ تھی رہتی تھی۔ باپ کو مرے بارہ تیرہ برس گذر چکے تھے۔ ماں کے علاوہ ایک بیوی دو لڑکیاں اور ان سے چھوٹے چھوٹے تین لڑکے بھی تھے۔ بڑی لڑکی اپنی سسرال آنے جانے لگی تھی۔ لیکن چھوٹی لڑکی کا گونا ابھی تک نہیں ہوا تھا۔ منگنی تو کئی بار آئی لیکن سرجوا نے یہ کہہ کر "ابھی مجھ میں گونا دینے کی ہمت نہیں ہے" ٹال ٹال دیا۔ لڑکیوں کے بیاہ کر دیئے گئے تھے کیونکہ اس قوم میں بہت تھوڑی عمر میں رواج کے مطابق بیاہ کر دیئے جاتے ہیں۔ ہاں ابھی کسی کا گونا نہیں آیا تھا۔
سرجوا کی ایک بیوہ بہن تھی جو وہ بھی اسی گھر میں رہتی تھی۔ بیچارے کا خرچ بہت کافی تھا۔ کُل چھ سات بیگہ زمین تھی۔ نہ جانے اتنے بڑے کنبے کا اتنی قلیل آمدنی میں کیسے کام چلتا تھا۔ مگر

آدمی باہمت اور مزدور تھا۔ ... سے نمک بنانے کا حکم ہر خاص و عام کو ہو گیا تھا اُس نے بھی نمک بنانا شروع کر دیا تھا۔ مچھلیوں کا شکار کر کے لاتا، اور انھیں قریب ہی کے گاؤں میں بیچ دیتا۔ غرضکہ اپنی محنت و مشقت میں جس طرح بن پڑتا کچھ نہ کچھ کر کے اپنا اور اپنے کنبہ کا پیٹ پالتا تھا۔
اُس دن جب سرجوا پکڑا گیا گھر بھر میں کہرام مچ گیا۔ بوڑھی ماں تو روتے روتے بیہوش ہو گئی۔ مصیبت زدہ بیوی نے اپنا سر پھوڑ لیا بیوہ بہن کی آنکھیں آئیں۔ بیچارے فاقہ زدہ مفلسوں کے مارے چھوٹے چھوٹے بچوں کی رونے کی آوازیں سنکر ... گھر والوں کو روتا دیکھ کر وہ بھی سسک سسک کر بلک رہے تھے۔ غرض اُس دن گھر بھر کے لیئے دانہ پانی حرام ہو گیا۔ گھر میں تک ۹ آخر بچوں کو بھوکا تھوڑا ہی مارا جاتا ... انگلیوں کے بجائے جو کچھ میسر آیا اُن کو کھلا پلا دیا گیا۔
گاؤں کے سمجھدار بزرگوں اور جوانوں نے آکر ان مظلوموں کی ڈھارس بندھائی۔ سمجھایا اور ان کو تسلی دی گئی کہ "ابھی تو مقدمہ چلے گا، ثبوت ہوں گے۔ صفائی گذرے گی۔ جب کہیں جا کر کوئی اچھا برا نتیجہ نکلے گا۔ بڑے بڑے مقدمے جھوٹے ثابت ہو جاتے ہیں اور یہ تو پھر جھوٹا ہی ہے"۔
ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ گھر کا چولھا پھر گرم ہونے لگا۔ غریب صبر شکر کر کے رودھو کے بیٹھ رہے۔ سرجوا بھی تھانے سے شہر کی حوالات میں بھیج دیا گیا۔

"حضور۔ جو کچھ آپ کہیں گے کہہ دوں گا"۔ جنگلیا نے انگلی سے زمین پر لکیر کھینچتے ہوئے کہا۔
"تم تو کہو گے ہی، مگر دو چار آدمیوں سے بھی کہلوانا ہوگا سمجھے"۔ منشی جی نے ٹوپی ذرا پیچھے کھسکا کر سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔
"آپ حضور بالکل بے فکر رہیں۔ میں اور لوگوں سے بھی کہہ دوں گا"۔
جنگلیا یہ کہنے کے لیئے تیار ہو گیا کہ "صبح اپنے کھیتوں پر جا رہا تھا تو میں نے سرجوا کو ندی کی طرف جاتے دیکھا۔ میں نے اُسے آواز دی۔ وہ آواز پہچان کر قریب ہی ایک نالے میں چھپ گیا۔ مجھے کچھ شک ہوا۔ میں اُسے کھڑا کھڑا دیکھتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد اُسے بانس والی بیل کے جھرمٹوں کے پاس کچھ کرتے ہوئے دیکھا۔ ... سے ایسا معلوم ہوتا تھا۔ جیسے وہ کسی جانور کو ... رہا ہے۔ سرجوا کے وہاں سے چلے جانے کے بعد جب میں اُس جگہ پہونچا تو دیکھا کہ وہاں ایک تھیلی پڑی ہوئی ہے۔ جب میں نے تھیلی کو ذرا غور سے دیکھا تو اس میں خون کے دھبے تھے۔ میں دیر تک اُس تھیلی کو دیکھتا رہا لیکن کچھ بھید سمجھ میں نہیں آیا۔ ہاں دل ہی دل میں یہ خیال ضرور گیا کہ شاید اس نے کوئی شکار کیا ہے۔ جب اُدھر سے میں ندی کی طرف آیا تو کارندہ کو مرا پایا"۔

نسوانی مضمون:

نوجوان ہندوستانی عورتوں کو دماغی زکام

..... از - راحت آرا حنا .....

جس مغربی طرز معاشرت کی خوبیوں یا انگریزی تمدن کی بعض خوبیوں کی طرف سے آنکھیں بند نہیں کر سکتی۔ لیکن اس کے ساتھ یہ بھی ناقابل انکار ہے کہ جہاں تک ہندوستان کے طبقہ نسواں کا تعلق ہے اس کی نزاکت سے کچھ اگلی امراض پیدا ہو گئے ہیں۔

مغربی تہذیب کے اثر سے ایک نئی ذہنی بیماری

مندرجہ بالا فقرے شاید آپ کو چیائے ہوئے سے معلوم ہوں اور آپ یہ کہہ اٹھیں کہ مغربی تہذیب کے مخالف تو ایک عرصہ سے یہی رٹ لگاتے چلے آ رہے ہیں۔ مگر مغربی تہذیب کے اثر سے پیدا ہونے والی ذہنی بیماریوں کے سلسلہ میں جس بیماری کا ذکر اس وقت کیا جائے گا وہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے ایک بالکل ہی نئی چیز ہے۔

ہمارا اندازہ اس بیماری کے بارے میں یہ ہے کہ اس مضمون کو پڑھنے والے اس کا نام سن کر اور اس کی تفصیلات معلوم کر کے یقیناً چونک پڑیں گے۔ کیونکہ اس کی جانب بہت کم لوگوں کا دھیان جاتا ہے مگر غور سے دیکھا جائے تو یہ نظر نہ آنے والے جراثیم کی طرح ہمارے گھروں میں گھستی چلی آ رہی ہے۔

"ترقی کی ہوازدگی"

"یہ بیماری کیا ہے؟"
اس سوال کا جواب اس طرح نہیں دیا جا سکتا کہ دو لفظوں میں مذکورہ بیماری کا نام بتا دیا جائے۔ کیونکہ اس قدر اختصار برتنے سے آپ لوگ اس بیماری کی ماہیت سے اچھی طرح واقف نہیں ہو سکیں گے۔

آپ نے دیکھا ہوگا کہ جاڑے کی رات میں اگر آپ راستے گئے باہر نکل جائیں تو نزلہ پیدا ہو جاتا ہے۔ یا نزلہ کی مانند کیفیت محسوس ہونے لگتی ہے۔ اس کو علم طب کی اصطلاح میں ہوا زدگی کہتے ہیں۔ آج کل ہندوستان میں پڑھی لکھی عورتوں کو بھی ترقی کی ہوا زدگی ہوتی جا رہی ہے۔

بازاروں کی خاک چھاننے کا شوق

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ آج کل ہندوستان کی نوجوان لڑکیاں جب تعلیم حاصل کر لیتی ہیں تو انھیں یہ شوق پیدا ہوتا ہے کہ اس نگوڑے گھر کی چہار دیواری میں کیا رکھا ہے ذرا گھر کے باہر بھی تو نکلیں۔ وہ بازاروں اور گلی کوچوں کی بھی تو سیر کریں اور ست - مطلب یہ ہے کہ نوجوان لڑکیاں گھروں کو چھوڑ کر بازاروں میں صبح سے لگی ہیں۔ یہ سلائی جوڑہ ان میں سے کے بعد تمام بہانوں سے بازاروں میں پھرتی ہیں۔ کبھی کہتی ہیں کہ ذرا فلاں کام کے لئے کپڑا خریدنا ہے اس لئے آج بازار جانا ہے اور وہ ایک سہیلی کو ساتھ لے جاتی ہیں کہ چلو جی آج تو ذرا بازار کی سیر کی جائے۔

ایک سہیلی کہتی ہے "ارے بھئی ابھی تو کچھ کپڑا اتنا ضرورت ہے نہیں۔ اللہ کا فضل ہے ابا جی نے اتنے کپڑے بنا رکھے ہیں کہ کئی کئی ٹرنک بھرے پڑے ہیں"۔

دوسری سہیلی کہتی ہے "کپڑا آج کل ہے ہی کہاں جو خریدو گی"

سلائی جوڑہ سن کر جواب دیتی ہے "ارے نہ کپڑا خریدنا کس کو ہے بس یوں ہی ذرا دیکھا بھالی کریں گے۔ اور کیا دکانوں کی سیر ہو جائے گی۔"

خیر صاحب۔ تھوڑی دیر کی ردوقدح کے بعد یہ طے ہو جاتا ہے کہ اچھا پھر کل صبح۔ کل چلیں گے۔

مضحکہ خیز اور افسوسناک رویہ

بازار میں تین عورتیں ہیں گورے گورے ہاتھوں کو باہر لٹکائے اور بلبٹ فارم کے سینڈل میں سفید سفید پاؤں جھلکاتی ہوئی پھر رہی ہیں۔ جو مرد ہے للچائی ہوئی نگاہوں سے ان کی طرف دیکھتا ہے ہر ایک نظروں کا شکار بن رہی ہیں۔ بھیڑ بھاڑ میں اوباش قسم کے لوگ ترتیب سے گزرتے ہیں، کہنیاں مار رہے ہیں، آوازیں کسے جا رہے ہیں۔ مگر بازاروں کی سیر کی شوقین عورتیں اپنی مضحکہ انگیز اور افسوسناک حالت کی طرف سے بے پروا ہو کر جوتیاں چٹخاتی ماری ماری پھر رہی ہیں۔

گھر صرف بسیرا لینے کی جگہ

ادھر تو بازاروں کی سیر کے شوق کا یہ عالم ہے ادھر گھر کی حالت کی طرف سے اس قدر بے التفاتی ہے کہ نہ کہیں جھاڑو ہے۔ صفائی کا نام۔ یہ بھی پتہ نہیں کہ کونسی چیز کہاں رکھی ہے۔ اگر ضرورت پڑے گی تو وقت پر یہ چیز کہاں سے نکالی جائے گی۔ گھر میں ضروری سامان کتنا ہے کتنا نہیں۔ اس کی کچھ خبر نہیں۔ نہ گھر کا کوئی علم ہے نہ ہوش۔

نہیں کہا جا سکتا کہ جب تک ہندوستان میں مغربی تمدن کے اثرات نہیں پھیلے تھے اس وقت تک یہاں کی بیشتر عورتیں بیہودگی نہیں کرتی تھیں اور اس وقت ہر عورت سلیقہ، گھر کی صفائی اور سلیقہ سے چیدن سامان سامانے رکھتی تھی جس کا نمونہ آج بھی کہیں کہیں دیہات، جہاں یہ اثرات نہیں، نظر آتا ہے۔

اگرچہ اس زمانہ میں بھی بدسلیقہ پھوہڑ اور خانہ داری سے نابلد عورتیں موجود تھیں۔ مگر یہ جو آج کل ایک مرض لاحق ہوا ہے کہ نوجوان پڑھی لکھی عورتیں گھر کو صرف رہنے کی جگہ خیال کرتی ہیں اور گھر کو گھر خیال نہیں کرتیں یہ مرض اس زمانہ میں نہیں تھی۔

ہم یہ مانتے ہیں کہ ضرورت سے زیادہ پھوہڑ ضروری ہے ہمیں یہ بھی تسلیم ہے کہ عورتوں کو ہوا خوری کے لئے یا گھر کی چہار دیواری میں بیٹھے بیٹھے اکتا جانے کے بعد دل بہلانے کی غرض سے زنانہ باغات یا اپنے کسی عزیز یا رشتہ دار کے ہاں تھوڑی سی دیر کے لئے چلا جانا چاہیئے۔ لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ عورتیں گھروں کو تج دیں۔ ان کی آنکھوں میں ہوا بھر جائے وہ برقعے پھڑکاتی ہر وقت بازاروں میں ماری ماری پھریں۔

ایک مثال

جو عورتیں اس طرح بازاروں میں سیر و تفریح کرتی پھرتی ہیں ان کی حالت ہم نے یہ دیکھی ہے کہ ایک عورت جس کے شوہر کی حیثیت اوسط درجہ کی ہے، کسی دفتر میں ملازم ہیں۔ روزانہ صبح ان کا لڑکا سوکھا منہ لیے بغیر کچھ کھائے ناشتہ لیکر تنور پر چلا جاتا ہے۔ روٹی وہاں سے پک کر آ گئی بازار سے نہاری منگالی یا کسی بھٹیارے کی دکان سے شوربا منگوا لیا میاں نے جلدی جلدی دو ڈھائی روٹیاں کھا لیں اور دفتر چلے گئے۔

ان کے جاتے ہی بیگم صاحبہ فوراً اپنے کسی رشتہ دار یا اپنی کسی سہیلی کے ہاں جانے کی تیاری شروع کر دیتی ہیں۔ تقریباً ہر روز دن بھر گھر میں قفل پڑا رہتا ہے۔ اور بیگم صاحبہ یا تو سہیلیوں کے ساتھ بازاروں میں خرید و فروخت کرتی پھرتی ہیں یا پھر انھیں کے ہاں مجلس گرم ہوتی رہتی ہے۔

قدرتی طور پر ان کے گھر کی حالت یہ ہے کہ جیسے کئے رہتے ہیں ذرا سوچئے کہ جب گھر کو گھر نہ سمجھا جائے گا وہاں کتے نہ لوٹیں گے تو اور کیا ہو گا۔

یہ صاحبہ جدید تعلیم یافتہ ہیں۔ بننا سنورنا خوب جانتی ہیں۔ خود کو خوب آراستہ و پیراستہ رکھتی ہیں۔ مگر ہوا زدہ ہیں۔

ہم نے اس دماغی ہوازدگی کی بیماری کا جو حال ابھی تک لکھا ہے یہ مجمل سا خاکہ ہے اور اس میں کچھ زیادہ مثالیں نہیں دی گئی ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ ایک مرض طرح طرح سے اور مختلف شکلوں سے ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ ہندوستان کی تعلیم یافتہ عورتوں کا یہ دماغی زکام بھی مختلف شکلوں اور صورتوں میں پایا جاتا ہے۔

ہمارے پاس اتنی گنجائش نہیں ہے کہ ان سب صورتوں کا تفصیل کے ساتھ حال بیان کریں البتہ مضمون ختم کرتے ہوئے یہ بتانا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ مرض کیوں ہوتا ہے۔ اور اس کی پیداوار کہاں سے ہے تاکہ جو لوگ اس کا ازالہ کرنا چاہیں وہ ہمارے بیان کی روشنی میں اس کا تدارک کر سکیں۔

یہ مرض کیوں پیدا ہوتا ہے

ہندوستانی عورتوں میں یہ مرض کچھ اور ناقص تعلیم و تربیت کی وجہ سے پیدا ہو رہا ہے زنانہ اسکول کا نظام تعلیم بالکل ناقص اور ردّی ہے۔ وہاں کی فضا میں لڑکیوں کے ذہنوں اور دماغوں کو صرف ایک چیز سیکھنے کا موقع ملتا ہے۔ اور وہ یہ کہ کس طرح زندگی سے زیادہ لطف حاصل کیا جائے؟ اگر کسی گھر میں ماں لائق اور سمجھدار ہوتی ہے تو وہ اسکول میں پڑھنے والی لڑکی کے اس رجحان کو جو اسکول کی فضا سے پیدا ہوتا ہے تربیت کے زور سے دبا دیتی ہے۔ لیکن جن گھروں میں مائیں لائق یا تعلیم یافتہ نہیں ہیں ان گھروں کی لڑکیوں کا تو اللہ ہی مالک ہے۔

جب اسکول کی فضا میں لڑکیاں خوب اچھی طرح یہ سمجھ جاتی ہیں کہ ان کا کام تو زندگی کو زیادہ سے زیادہ خوشگوار بنانا ہے تو وہ بالعموم غیر ذمہ دارانہ ذہنیت رکھ اور غیر ذمہ دارانہ حرکات کرنے میں خوب پختہ ہو جاتی ہیں۔ اس غیر ذمہ دارانہ ذہنیت کا عمومی مظاہرہ زیادہ سے زیادہ فیشن پرستی اور گھروں سے بے تعلقی کی شکل میں ہوتا ہے۔ عورت کا سب سے بڑا دینی فرض یہ ہے کہ وہ اپنے گھر کا زیادہ سے زیادہ اچھا انتظام کرے۔ مگر جن لڑکیوں کو دماغی زکام کا عارضہ لاحق ہو جاتا ہے وہ زندگی کے لوازم ہی زیادہ لطف و آرام کا سمجھنے لگتی ہیں۔

ہندوستان میں ہزاروں لاکھوں گھر تعلیم یافتہ نوجوان لڑکیوں کے اس دماغی زکام کی وجہ سے تباہ ہو رہے ہیں۔ ضرورت ہے کہ عورتوں کی کوئی باقاعدہ انجمن اس دماغی زکام کے خلاف احتجاجی تحریک شروع کرے۔

لطائف

پہلا (عرب): میں نے عرب کی بھی سیر کی ہے۔
مصر، شام، اور فلسطین بھی ہو آیا ہوں۔"
دوسرا (عربی): "پھر تو آپ عربی زبان بھی جانتے ہونگے"۔
پہلا: "جی ہاں خوب جانتا ہوں"۔
دوسرا: "تو ایک بات پوچھوں"۔
پہلا: "ضرور"۔
دوسرا: "ذرا یہ بتائیے کہ عربی زبان میں ٹھنڈی روٹی کو کیا کہتے ہیں"۔
پہلا: "افسوس ہے کہ میں آپ کے اس سوال کا جواب نہیں دے سکتا۔ کیونکہ عربی زبان میں ٹھنڈی روٹی کے لئے کوئی لفظ ہی موجود نہیں ہے"۔
دوسرا: "یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کسی عرب کے ٹھنڈی روٹی آئے تو وہ اُسے کیا کہے گا"۔
پہلا: "آپ عربوں کو نہیں جانتے کسی عرب کے روٹی آئے تو وہ روٹی کو ٹھنڈا ہونے ہی نہیں دیتا"۔

ہوٹل کے دروازے پر پہونچکر ایک مغرور شخص نے حقارت سے دریافت کیا۔
"کیا یہ اعلیٰ درجہ کا ہوٹل ہے؟"
"ہاں جناب"۔ نوکر نے جواب دیا۔
"مگر آپ تشریف لائیے یہاں دوسرے اور تیسرے درجہ کا بھی انتظام ہے"۔

کسی کباڑی کی دوکان پر ایک پرانی کھوپڑی پڑی تھی۔ کوئی انگریز سیاح اس دوکان پر پہونچا۔ جب اس نے کباڑی سے اس کھوپڑی کے متعلق دریافت کیا تو اس نے نہایت متانت سے جواب دیا کہ حضور یہ کھوپڑی آلیور کرامویل کی ہے سیاح نے کہا یہ کھوپڑی تو بہت چھوٹی سی ہے اور کسی بچے کی معلوم ہوتی ہے۔
اس پر دوکاندار نے برجستہ جواب دیا کہ "جی ہاں یہ کھوپڑی اس وقت کی ہے جب کرامویل ابھی بچہ تھا"۔

جب ایک شخص فوج میں بھرتی ہونے لگا تو اس سے دریافت کیا گیا۔
"تمہارا کوئی وارث ہے جسے تمہاری تنخواہ ملا کرے"۔
"کوئی نہیں"۔
"مگر تم شادی شدہ ہو۔؟"
"میری بیوی ہمیشہ مجھے جیب خرچ دیتی ہے اسے میری تنخواہ کی ضرورت نہیں"۔

بی زبیدہ بیگم "منشی" ...

فلمی دنیا

پہلے آپ کا عدیم المثال خیر مقدم

کاردار پروڈکشنز نے تھوڑے ہی عرصہ میں نصف درجن سے زائد نہایت عظیم الشان اور کامیاب ترین فلمیں تیار کر کے جو غیر معمولی شہرت اور نیک نامی حاصل کی ہے وہ کسی تعارف کی [محتاج نہیں]۔ تمام ملک میں اس کا چرچا ہو رہا ہے یہاں تک کہ پرانے تجربہ کار فلمساز بھی پروڈیوسر ڈائرکٹر اے۔ آر۔ کاردار کی اس اولوالعزمی اور کامیابی کو رشک کی نظروں سے دیکھتے ہیں۔

کمپنی ہذا کا تازہ ترین پیشکش "پہلے آپ" جسکی کہانی اپنے اندر بیشمار دلچسپیاں اور ڈرامائی پہلو لئے ہوئے ہے اپنی طرز کی ایک بالکل انوکھی رومان انگیز ڈرامہ فلم ہے جو گذشتہ دو تین ہفتوں سے بمبئی کے سینما دہلی اور نگار سینما لاہور میں شائقین سے بے پناہ خراج تحسین حاصل کر رہی ہے۔ مدھوک کے دلکش گانے اور میوزک ڈائرکٹر نوشاد علی کی روح پرور موسیقی کو بے حد سراہا اور پسند کیا گیا ہے بلند پایہ، پُر لطف اور شستہ مکالمے پروڈیوسر ڈائرکٹر کاردار کی ہر فلم کی خصوصیت ہوتے ہیں اور "پہلے آپ" میں یہ سب کچھ آپکو کافی تعداد میں میسر ہوں گے۔ اداکاروں میں شمیم واسطی، جیون، ڈکشٹ انور، امیر علی، وِدیا وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں۔ شمالی ہندوستان کے علاوہ بمبئی میں اس فلم کا نہایت بے تابی سے انتظار کیا جا رہا ہے۔

"سنیاسی" مکمل ہوگیا

پروڈیوسر ڈائرکٹر اے۔ آر۔ کاردار کا ایک بالکل نیا اور اچھوتا موضوع "سنیاسی" کے نام سے ان دنوں پایۂ تکمیل کو پہنچ چکا ہے۔ "سنیاسی" کا کردار فلمی دنیا کے مشہور و معروف کیرکٹر ایکٹر غلام محمد نے ادا کیا ہے۔ اس کے علاوہ شمیم۔ امر، مصرا، شاکر اور نسیم جونیر نے بھی نہایت اہم رول ادا کئے ہیں۔

سنیاسی کو بہترین سوشل تصویر بنانے کی خاطر پروڈیوسر ڈائرکٹر کاردار نے اسپر کافی سے زیادہ محنت، دماغی کاوشیں اور زرِ کثیر صرف کیا ہے۔

سنیاسی کی کہانی اور مکالمے نوجوان ادیب مسٹر عزم بازید پوری کے زورِ قلم کا نتیجہ ہیں اور گانے علم جواب کے شہرت یافتہ پنڈت بی سی مدھر نے لکھے ہیں۔ ملک کے ہردلعزیز موسیقار نوشاد علی نے "سنیاسی" فلم میں نہایت ہی جادو اثر اور دلکش طرزیں پیش کی ہیں۔

یقین کیا جاتا ہے کہ پروڈیوسر ڈائرکٹر کاردار کا "سنیاسی" ملک کی کامیاب ترین فلموں میں ایک امتیازی شان اور درجہ حاصل کرے گا۔

شاہجہاں کی شاہانہ تیاریاں

ان دنوں کاردار پروڈکشنز کے عالیشان عالیشان سٹوڈیوز میں شاہانہ تواریخی فلم "شاہجہاں" کی تیاریاں نہایت وسیع پیمانے پر جاری ہیں۔ سینکڑوں آدمی دن رات کی محنت سے ایسے ایسے جلیل القدر اور پرعظمت سٹینگز تیار کر رہے ہیں۔ جو مغلیہ عہد حکومت کے شاندار روایات کی یاد دلائیں گے۔

بلند معیار افسانہ۔ تواریخی مناظر شاہانہ دبدبہ، سکالمہ آرائی، مسحور کن موسیقی فطری اداکاری۔ اور ان سب سے بڑھ کر پروڈیوسر ڈائرکٹر کاردار کی کہنہ مشق ڈائرکشن میں تیار ہونے والا فلم "شاہجہاں" بلاشک و شبہ فلمی دنیا کا ایک مایۂ ناز اور ناقابل فراموش شاہکار ثابت ہوگا۔ جس میں علاوہ مشہور و معروف درخشندہ فلمی ستاروں کے تین نئے حسین و جمیل چہرے پیش کئے جائینگے جو کہ آسمانی ستاروں کو بھی مات کر دیں گے۔

روس میں تیار کردہ "خون اور شعلے"

۴۲-۱۹۴۱ء میں جبکہ جرمنی کے سپاہیوں نے شہر یوکرائن پر حملہ کیا تھا۔ یہ اس وقت کا ایک تواریخی واقعہ ہے

اس لڑائی سے پہلے یوکرائن کے لوگ بڑے امن و چین سے زندگی بسر کرتے تھے۔ یوکرائن ایک بہت خوبصورت شہر تھا۔ جگہ جگہ پر خوبصورت باغیچے، چاروں طرف ہرے ہرے کھیتوں کی لہلہاتی بستی پھول و پھل غلہ کی بہت افراط تھی اور لوگ خوش و خرم تھے۔ ناچ گانوں اور دعوتوں کا بازار گرم رہتا تھا لیکن ان کی یہ خوشی اور امن چین کی زندگی زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکی۔

یوکرائن کی جنگ کے یہ تمام واقعات پردۂ فلم پر اُردو زبان میں ملاحظہ فرمائیے۔

اس کے علاوہ گیارہ دیگر اسی قسم کی تصاویر جو بہت جلد پردۂ سیمیں پر ہونے والی ہیں۔

بمبئی کے فلم میں طبقے کا فیصلہ
مس مہتاب ۱۹۴۴ء کی بہترین اداکارہ ہیں

۱۵ راپریل کو مسٹر سانل داس گاندھی ایڈیٹر روزنامہ "بندے ماترم" نے شہر کے ایک نمایندہ جلسے کے سامنے مس مہتاب کو ۱۹۴۴ء کی بہترین اداکارہ کو طلائی تمغہ عنایت فرمایا بمبئی کے مشہور اخبار ونی میں اس بات پر [illegible] کہ ۱۹۴۴ء کی بہترین اداکارہ [illegible] ہے چنانچہ پرکھ میں بہترین اداکاری کی بنا پر [illegible] آراء سے مس مہتاب کے حق میں فیصلہ ہوا اور ویسٹ اینڈ [سینما] میں ایک بڑے جلسے میں جہاں حاضرین کو پرکھ تصویر بھی دکھلائی گئی یہ تمغہ مس مہتاب کو دیا گیا۔ جلسے میں عمائدین شہر ممتاز اخبار نویس اور فلم لائن کے منتخب لوگ شریک تھے۔ متعدد تقریریں ہوئیں جسمیں مس مہتاب کی فلمی خدمات پر روشنی ڈالی گئی اور جناب صدر نے اس امر پر زور دیا کہ اب وقت آگیا ہے کہ سہراب مودی جیسے ڈائرکٹر اور مس مہتاب جیسی آرٹسٹ قومی خدمت کی طرف رجوع کریں اور وطنی جذبات سے لبریز فلمیں بنائیں۔ مس مہتاب نے حاضرین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ انھیں اس وقت جو اعزاز ملا ہے وہ مسٹر سہراب مودی کی بدولت ہے جو پرکھ کے پروڈیوسر اور ڈائرکٹر ہیں۔ مسٹر سہراب مودی نے نہایت شاندار الفاظ میں اپنا عزم ظاہر کرتے ہوئے یہ بتلایا کہ وہ اپنے کام میں ہمیشہ ملک اور وطن کے آئیڈیل کو سامنے رکھیں گے اور ہندوستان کے جھنڈے کو ہمیشہ بلند رکھنے کی کوشش کریں گے۔

رباعی

زیبا دہ کرچکی آپ جدائی
ہمیں زیبا نہیں اب بے رخائی
محبت میں تکلف برطرف ہے
محبت انتہائے آشنائی

(جاوید دہلوی)

فلمی مضمون:-

"دماغی اور اخلاقی تنزل"

ہندستان کے نوجوان طبقے پر فلموں کے اثرات

"فلمی تصویروں سے ہندستان کے نوجوان طبقے میں آوارگی بڑھ رہی ہے"!

دو آدمی باتیں کر رہے تھے۔ ان میں سے ایک نے دوسرے سے مندرجہ بالا فقرہ کہا۔

مخاطب نے جواب دیا "آجکل تو زمانہ ہی خراب ہے۔ دنیا کی ہوا پلٹ چکی ہے۔ ہر طبقے اور ہر راستے سے مرد و عورت بگڑ رہے ہیں"۔

پہلے آدمی نے کہا "ہاں یہ تو درست ہے کہ زمانہ روبہ زوال ہے اور پہلے کے مقابلے میں آجکل روز بروز دنیا زیادہ نیچے گرتی چلی جا رہی ہے۔ لیکن میرا خیال ہے کہ جہاں تک میرا سوال ہے اور جہاں تک ہندستان کا تعلق ہے اس ملک کے نوجوان طبقے کو بگاڑنے میں فلمی تصویروں کا سب سے زیادہ ہاتھ ہے"۔

اس کے ساتھ اس شخص نے ایک واقعہ ان کو سنا جس سے مقصود یہ ظاہر کرنا تھا کہ کس طرح زیادہ سے زیادہ شریف گھرانوں کے لڑکے لڑکیاں فلم بینی کی وجہ سے بگڑ رہے ہیں اور فلمی تصاویر کی عنایات سے اُن کے اخلاق اور اُن کی زندگیاں کس طرح خراب ہو رہی ہیں۔

واقعہ اس طرح پر ہے کہ ہندستان کے ایک بڑے شہر میں ایک نہایت ہی معزز اور معمولی شخص رہتا تھا۔

مدت العمر کی ملازمت کے بعد اس نے کافی روپیہ پیسہ پیدا کیا تھا۔ اور چونکہ زندگی بھر وہ اچھے اچھے عہدوں پر رہا تھا اس لئے اس کی مالی حیثیت بہت اچھی بن گئی تھی۔ جائداد بھی کافی تھی اور شہر میں ساکھ بھی اچھی تھی۔

اس شخص کے ہاں ایک ہی اولاد نرینہ ہوئی تھی۔ اکلوتے لڑکے کو جس پیار اور لاڈ سے پالا جاتا ہے وہ سب کو معلوم ہے۔ یہ لڑکا بھی روپیہ میں کھیلتا تھا۔ جس چیز کے لئے ذرا سا اشارہ بھی کر دیتا تھا فوراً حاضر کی جاتی تھی۔

غضب یہ ہوا تو نہ جانے کس طرح اسے فلم بینی کی لت لگ گئی۔ ماں باپ نے اس خیال سے کہ ابھی کم عمر ہے فلم دیکھنے سے باز رکھنے کی کوشش نہیں کی کہ لڑکے کا دل بہلا رہے گا [illegible] [illegible]

[illegible] لڑکے کی فلم بینی کی عادت [illegible]

[illegible]

فلم دیکھنا بھی کچھ ایسا برا کام نہیں تھا۔ لیکن کچھ عرصہ بعد اس کو یہ خبط سا ہو گیا کہ مجھے ایکٹر بننا چاہیئے۔

اب اس نے تعلیم وغیرہ سب چھوڑ دی اور دیگر مشاغل بھی ترک کر دئے۔ بعض رات ایکٹر بننے کی دھن میں مست رہنے لگا۔ شہر میں سر سنجنا [illegible]

اور امریکن انگلش پکچر کو وہ چھ چھ سات سات مرتبہ دیکھتا۔ اس کے ہیرو کا سا لباس تیار کراتا اور پھر انہی جیسی وضع اختیار کرنے کی کوشش کرتا۔ غرض اس پر ایکٹر بننے کا جنون سوار ہو گیا۔

ایک دن یہ جنون رنگ لے آیا۔ وہ ماں

اپنے [illegible] [illegible] وہ داغ پڑ گیا۔ [illegible] صرف کرکے [illegible] اس [illegible] مذموم حرکت سے کیا [illegible]

باپ کی [illegible] [illegible] ہم نے [illegible] کے لئے جتنے پر افسران بالا سے سفارش [illegible] اسے کسی بڑے عہدہ پر لگوا دوں گا [illegible] گھرانے میں اس کی شادی کر دوں گا۔ مگر لڑکے نے ایکٹر بننے کے جنون میں ان تمام توقعات پر پانی پھیر دیا۔ اور اس کے دل کو [illegible] کر دیا۔

باپ کو لڑکے کی اس بے راہ روی سے اس قدر شدید صدمہ پہونچا کہ وہ چند ہی روز میں بیمار پڑ گیا۔ اور اپنی ساری جائداد [illegible] میں تقسیم کرنے کے بعد مر گیا۔ لڑکے کی ماں بھی

شہنشاہ ہرش کے مشہور شاعر بان بھٹ کی تصنیف
کادمبری
ڈائرکشن نندلال اور جسونت لال
4 چوتھا پرہجوم ہفتہ
جگت دہلی میں
عورت کی قربانی کا سنہری باب
اداکاران
شانتا آپٹے - دمالا
پہاڑی سانیال - جیون - ہریش
جاری کردہ:- موون پکچرز دہلی - لاہور
ہر ایک ہفتہ کی آمدنی گذشتہ ہفتے سے زیادہ ہوتی ہے
گویا پرندوں کا جوڑا اپنے سنہری پروں سے آسمان پر اڑتا ہے
مگر تیز ہوا انکی اڑان کو روکتی ہے اور انکو علیحدہ کردیتی ہے
کیا وہ دوبارہ ملے؟
اڑان میں دیکھئے
اداکاران
واسطی - سورن لتا - کرن دیوان
ساتواں شاندار ہفتہ ناولٹی دہلی
دوسرا پرہجوم ہفتہ پربھات لاہور
چھٹا پرلطف ہفتہ نشاط کوئٹہ
جاری کردہ:- پکچرز دہلی و لاہور
اردو زبان میں روس میں تیار کردہ تصویر
ہاں ہاں جناب
لوگوں کی بربادی اور آزادی کے مناظر
خون و شعلے
اس میں جرمن حملے - ان نازیوں کے مظالم - یوکرین کی دوبارہ واپسی کے نظارے نازی سپاہیوں کے بھاگنے کے منظر اور روسی فوجوں کی بہادری نہایت دلکش انداز میں پیش کی گئی ہے - یہ فلم عنقریب آپکے شہر میں دکھائی جائے گی -
اس کے علاوہ
گیارہ دیگر اسی قسم کی تصاویر بہت جلد ہندوستان میں پیش ہونے والی ہیں
ریلیز کردہ:- سکسینہ اینڈ کمپنی لمیٹڈ چاندنی چوک دہلی

نئے قافلے

رئیس امروہوی

نئے قافلے ہیں، ابھی آنے والے!

نہ ہمت کو ہاریں سرِ راہ راہی
بنیں جادۂ زندگی میں سپاہی
وہ منزل کی جھلکی - یا آخر سیاہی
نہ بھٹکیں بیاباں میں کھو جانے والے
نئے قافلے ہیں ابھی آنے والے

نہ مایوس ہوں رہرووں کی نگاہیں
چمکتی ہیں وہ کامیابی کی راہیں
بڑھائیں قدم - پیشقدمی جو چاہیں
کہ رکتے نہیں دور تک جانے والے
نئے قافلے ہیں ابھی آنے والے

وہ آثار منزل نظر آ رہے ہیں
نشانات ساحل نظر آ رہے ہیں
وہ رستے جو مشکل نظر آ رہے ہیں
حقیقت میں ہیں راہ دکھلانے والے
نئے قافلے ہیں ابھی آنے والے

ہر اک گام پر نقش پا ہیں ہزاروں
ہر اک راہ میں رہنما ہیں ہزاروں
خدا کی قسم ناخدا ہیں ہزاروں
نہ طوفاں سے جھجکیں گھبرانے والے
نئے قافلے ہیں ابھی آنے والے